

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَعْلِمُ اِرْحَاتٍ

لکھنؤ

پندرہ
زوجہ

شمارہ نمبر
۲۲

۲۵ ستمبر ۲۰۱۶ء مطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

جلد نمبر
۵۳

اُس شمارے میں

۱	شعر و ادب	خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے	مولانا سید محمد ثانی حنفی
۲	ادایہ	جج کے بعد جان کی زمداری	شش الحق ندوی
۳	اسلامی زندگی	دیانتاری اور امانت	علامہ سید سلیمان ندوی
۴	دعا و عمل	دعوت اخلاق اور پیام انسانیت	حضرت مولانا سید محمد رائج حنفی ندوی
۵	پیشوام و عظت	ایک ایمان افروز نصیحت	امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ
۶	صحبتو با اہل دل	علم کے لیے محنت و مجاہدہ لازمی	حضرت مولانا سید محمد رائج حنفی ندوی
۷	بیت عنیق	صلد افرین حج بمرد کی سعادت	مولانا سید محمد واضح رشید حنفی ندوی
۸	ہمارا اسماج	لباس زندگی کا تحفہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
۹	محاسن اسلام	اسلام کا اقتصادی نظام	مولانا سید عبداللہ حنفی ندوی
۱۰	فکر و نظر	ادرار کی غلطی اور اس کا علاج	مولانا سید بلال حنفی ندوی
۱۱	فشن داہ	خداء کی بھی اڑائی مول نہ لینا!	ترجمہ: سید بہزاد شاہ
۱۲	اخبار امت	خبر و شعباعت کی ضرورت	جاوید اختر ندوی
۱۳	فقہ و فتاویٰ	سوال و جواب	مفہوم فلسفہ عالم ندوی
۱۴			
۱۵			
۱۶			
۱۷			
۱۸			
۱۹			
۲۰			
۲۱			
۲۲			
۲۳			
۲۴			
۲۵			
۲۶			
۲۷			
۲۸			
۲۹			
۳۰			
۳۱			

حضرت مولانا سید مسیح دران حنفی ندوی
(نااظر عامہ ندوۃ اسلام لکھنؤ)

مولانا مفتی مسیح طہور ندوی
(ناائب ناظر عامہ ندوۃ اسلام لکھنؤ)

مولانا سید مسیح جمزاہ حنفی ندوی
(نااظر عامہ ندوۃ اسلام لکھنؤ)

نائب مدیر
محمد حسن حنفی ندوی
شمس الحق ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری
محمد اصفاء حسن کلانڈ حلی ندوی

تریلر اور خط و ستابت کا پتہ

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007, Ph.:0522-2740406
www.nadwatululama.org, E-mail: tameer1963@gmail.com

Office Time : 07:30 AM to 01:30 PM

ضخون ٹکاری رائے سے ادارہ کا تقضیہ ہو نہ ضروری نہیں ہے

سالانہ زرعاؤں /- 300 فی نہادہ /- 15 روپیہ ایک قبیلہ اور یک ماہ کے لئے \$630

ڈرافٹ شیر تیریجیات کے نام سے ہائی ایئر فورس تیریجیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پیچے پر وادی کریں۔ جیکے سے بھی جانے والی رقم صرف

All CBS Payable Multicity Cheques

آپ کی خیریتی پر ایک سرخ لیکر چہے تجھیں کہ آپ کا زرعاؤں ختم ہو جکا ہے ایک جلدی زرعاؤں ارسال کریں۔

اومنی آرڈر کپن پر ایک خیریاری نہ بخورد لکھیں ہو بالکل یا فون نہ برپتے کے ساتھ پن کو بھی لکھیں۔ (شیر تیریجیات)

پرنٹر پبلش اٹھر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرائے دفتر تیریجیات مجلس صحافت نشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

خدا کا کرم، ہی کرم دیکھ آئے

بانی مدیر پندرہ ”تعمیر حیات“ ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب حج کی نعمت فصیب ہوئی، اور وہ واپس آئے، تو حسب ذیل اشعار میں اپنے تاثرات بیان کیے۔

مولانا سید محمد حنفی حسنی

خدا کا کرم تھا کہ ہم دیکھ آئے
خوشہ کعبہ محترم دیکھ آئے
طوف اس کا ہم دم بدم دیکھ آئے
لپٹ کر اور آنکھوں سے آنسو بھا کر
در کعبہ و ملتزم دیکھ آئے
مقامِ برائیم اور سنگِ اسود
انہیں دیدہ و دل بہم دیکھ آئے
صفا اور مروہ، حطیم اور زمزم
مطاف اور صحنِ حرم دیکھ آئے
کھڑے ہو کے میزابِ رحمت کے نیچے¹
گھٹا رحمتِ حق کی ہم دیکھ آئے
منی اور مزادغہ، عرفاتِ جا کر
خدا کا کرم ہر قدم دیکھ آئے
خدا کے حضور اہلِ ہوش و خرد کو
گھٹا رحمتِ حق کی ہم دیکھ آئے
مذہب کی پاکیزہ گلیوں میں پھر کر
مددیہ کے اہلِ کرم دیکھ آئے
بیچع و احمد کے مقابر، مشاہد
انہیں جا کے با چشمِ نم دیکھ آئے
وہ منبر سے تا روپِ جنت کی کیاری
اسے دیکھا گویا، ارم دیکھ آئے
لبیوں پر درود و سلام مسلسل
مددیہ کے اہلِ کرم دیکھ آئے
بیان کر نہیں سکتے کیفیتِ اس کی
مددیہ کے اہلِ کرم دیکھ آئے
جسے کہتے ہیں کیف و مستی کا عالم
دیارِ حرم الغرض ہم پیونچ کر
خدا کا کرم ہی کرم دیکھ آئے

☆☆☆☆☆

اداریہ

حج کے بعد حجاج کی ذمہ داری

شمس الحق ندوی

کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندگان خدا جن کو پہلی بار حج و زیارت کی سعادت نصیب ہوئی، انھیں اس کعبہ مشرفہ کے طوف کی سعادت ملی، جس کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھتے رہے، سعادت نصیب ہوئی صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جو نقل ہے اُس ماں کی جس نے آقا کے حکم کی تعمیل میں اس ویرانہ میں جہاں آدم نہ آدم زاد، شیر خوار بچ کے ساتھ رہنا گوارہ کیا، اور اس کے لیے پانی کی تلاش میں، بے تابانہ دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑیں اور چڑھ چڑھ کر جہاں کا اور دیکھا کر شاید کوئی قافلہ گزرتا نظر آئے اور پانی مل جائے، کتنا کڑا تھا یہ امتحان کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی اہلیہ اور دودھ پیتے بچہ اسما علیل کو اس سنسان اور چیل وادی میں جہاں وحشت کو قدم رکھتے وحشت ہوتی تھی، تھا چھوڑ کر شام جانے کا حکم ملا، اللہ کا بر اندانہ، نہ پانی، نہ پھل دار درخت اور نہ سبزہ وہ ہریالی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قدرتی حسن و جمال سے مالا مال سر بسز و شاداب ملک چھوڑ کر یہاں آنے کا حکم ملا تھا، اور نخست اسما علیل کو اسی ویرانے میں بے سہارا چھوڑ کر چلے جانے کا حکم ملا، تعمیل حکم فرمائی، حضرت ہاجہ نے بھی مالک کے حکم پر اسی کے بھروسہ یہاں رہنے کو قبول فرمایا، لیکن اس عالم اسباب میں پانی کی فکر میں صفا و مروہ کے چکر لگائے اور نبی کی بیوی اور نبی کی ماں ہونے کے باوجود ظاہری اسباب اور سعی و تدبیر کو ایمان اور توکل کے خلاف نہیں سمجھا، وہ پریشان ضرور تھیں، لیکن نا امیدی کے بغیر خدا پر پورا بھروسہ کھتی تھیں، قطل اور بے عملی کے بغیر اللہ تعالیٰ نے اس مجبور کی سعی کو قیامت تک حاجوں کے لیے ایسا بنا دیا کہ سعی کے بغیر حج مکمل ہی نہیں ہو سکتا، اللہ کے گھر کے مہماں یہ حاجی منی و عرفات گئے، قربانی بھی کی، رمی جمار بھی کی، یہ وہ وقت ہے جب شیطان اس دن سے زیادہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا، ایک حدیث میں ہے کہ جب عرفہ کا دن ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ سب سے نیچے کے آسمان پر اتر کفر شتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس ایسی حالت میں آئے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، سفر کے سبب بدن اور کپڑے پر غبار پڑا ہوا ہے، "لبیک اللہم لبیک" کا شور ہے، دور دور سے آرے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف فرمادیے، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ! فلاں شخص تو بہت گنگہار ہے، اور فلاں مرد اور فلاں عورت (کے گناہ تو بہت ہیں) اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں کہ میں نے سب کی مغفرت کر دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اس دن سے زیادہ کسی دن لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ [مشکلہ] ایک حدیث میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ میرے بندے بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ میرے پاس آئے ہیں، میری رحمت کے امیدوار ہیں، (اس کے بعد بندوں سے فرماتے ہیں) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذریعوں کے برابر ہوں، اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور تمام دنیا کے درختوں کے برابر ہوں تب بھی بخش دیے جاؤ، بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ۔ [فضائل حج]

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غزوہ بدرا دن چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں ہے، جس میں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو، تغیر ہو رہا ہو، غصہ میں بڑی طرح بیچ و تباہ کھارہا ہو، (تلہارہا ہو) اور یہ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن اللہ کی رحمتوں کو کثرت سے نازل ہوتے دیکھتا ہے، بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف ہوتے ہوئے دیکھتا ہے، (اس لیے کہ کتنی محنتوں سے تو اس نے گناہ کرائے تھے اور معاف ہوئے جا رہے ہیں)۔ اس لیے وہ حاجیوں کو بہکانے کے لیے بھی اپنے شرپ لشکر کو گاہ دینا ہے کہ ان سے حج کے دوران گناہ کرانے کی محنت کریں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو عرفات کے میدان میں امت کی مغفرت کی دعا مانگی اور بہت الحاج وزاری سے دیریک مانگتے رہے، رحمت الہی بھی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ میں نے تمہاری دعا قبول کر لی، اور وہ گناہ جو میرے بندوں نے کیے ہیں وہ معاف کر دیے، البتہ جو ایک نے دوسرے پر ظلم کیے ہیں، ان کا بدلہ لیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر درخواست کی اور بار بار یہ درخواست کرتے رہے کہ اے اللہ! تو اس پر بھی قادر ہے کہ مظلوم کے ظلم کا بدلہ تو عطا فرمادے اور ظالم کے قصور کو معاف فرمادے، مزدلفہ کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

معنوی ارتاداد و تہذیبی نسل کشی کا خطرہ

مفتکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

اس زمانہ کا چیخنگ یہ ہے کہ اسلام کو اس کی جدا گانہ تہذیب، اس کی مخصوص معاشرت، اس کے عائلی قوانین، اس کے وسائل معرفت، اس ملک، اس کے ماننے والوں کی نسلی زبان و ادب، رسم الخط اور اس کے پورے دینی و تہذیبی ورثہ سے الگ کر دیا جائے اور اسلام چند عبادات اور چند رسوم و تقریبات (جو بعض مذاہب کا کل سرمایہ اور بعض قوموں کا واحد مذہبی نشان ہے) اسلام انہیں مذہبی و معاشرتی رسوم کا مجموعہ بن کر رہ جائے، مسلمانوں سے کبھی اشارہ کنایہ سے اور کبھی صاف صاف کہا جاتا ہے کہ مسلمان اپنی رضا و رغبت سے اپنی جدا گانہ تہذیب اور ہر اس چیز سے بے تعلق اختیار کر لیں، جو ان میں الگ ملت اور ایک مستقل تہذیب کا وارث ہونے کا احساس پیدا کرتی ہے، وہ خود ہی اعلان کر دیں کہ ہم کسی جدا گانہ تہذیب کے حامل نہیں، وہ خود اپنے عائلی قانون میں اصلاح و ترمیم کا مطالبہ کریں یا پیش کیا جائے تو اس کو قبول کریں، وہ اپنے تمام تعلیمی مرکزوں کو جوانہوں نے اپنی پسند اور ضرورت کے مطابق قائم کیے تھے، حکومت کی تحویل و انتظام میں دے دیں اور ان کے ظلم و نقص سے خود دست بردار ہو جائیں تاکہ ان سے ایک ہی طرح کے نمونے تیار کیے جائیں، اصل خطرہ نسل کشی کا نہیں، معنوی ارتاداد و تہذیبی نسل کشی کا ہے، اس خطرہ کو دیکھنے اور اس کو محسوس کرنے کے لیے کسی بڑی فراست اور دور بینی کی ضرورت نہیں، یہ تو دیوار کا نوشته ہے جس کو ہر ایک بڑھ سکتا ہے اور اب تو بعض بر سر اقتدار پارٹیوں اور علاقائی حکومتوں نے نصاب تعلیم کی تبدیلی، ہندی زبان کو لازمی قرار دیئے اور اس کی جبرا یہ تعلیم اور ایک نئی تاریخ ترتیب دیئے کے اعلان کے ذریعہ اس کا فیصلہ اور پالیسی کے طور پر اعلان بھی کر دیا ہے۔

یہ سلطان جمہوری کا زمانہ ہے، ہمارے اوپر پارلیمنٹ اور ریاستوں میں اسمبلیوں کی حکومت ہے اور ان کو آئین سازی کا پورا اختیار ہے، پھر حکومت کا دائرہ پہلے کی طرح دفاعی، امن قائم کرنے اور لیکن وصول کرنے کی حد تک محدود نہیں، وہ زندگی کے تمام شعبوں اور تعلیم و تربیت کے تمام ذرائع پر حاوی ہے، آپ کو معلوم ہے کہ پرانی حکومتیں پر ایکٹ معاملات میں دخل نہیں دیتی تھیں، ذاتی ملکیتوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، آزاد درسگاہوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا، پرنسل لاء سے ان کا کوئی علاقہ نہیں تھا، تعلیم میں کسی خاص عقیدہ، کسی خاص فکر و مقصد پر ان کو اصرار نہ تھا لیکن اب یہ صورت حال نہیں۔

☆☆☆

مسکراۓ، صحابہ کرامؐ نے عرض کیا کہ آپ نے (الماجوزاری کی) حالت میں تسمیہ فرمایا، ایسے وقت تسمیہ کی عادت شریفہ نہیں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ جل شانہ نے میری دعا قبول فرمائی، اور شیطان کو اس کا پتہ چلا، وہ چیختے چلانے لگا، اور اپنے سر پر مٹی ڈال لئے گا۔ [ترجمہ] جن حاجیوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نواز اے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درود کر، گوگڑا کر اس طرح کے ان سے گناہ معاف کرائے ہیں، یوم آخر کو حاجیوں سے اس طرح خطاب فرمایا ہے: ”تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزت تم پر ایسے ہی حرام ہے، جیسے تمہارے آج کے دن، تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں، جلدی تم اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھئے گا، سن لو ہمارے بعد تم غلط راہ پر نہ پڑ جانا کا ایک دوسرے کو قتل کرو۔ [مشکوہ]

کتنے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر آئے جیسے آج پیدا ہوئے ہوں۔ ماں کی اس نوازش کا تقاضا تو یہ ہے کہ اب زندگی قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں گزرے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قیامت تک کی مہلت دی ہے، وہ عرفات میں ذلیل و رسوہ ہونے اور سر پیٹنے کے بعد چین سے نہیں بیٹھے گا، اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے دورانِ حج ایک دوسرے کی جان، مال، عزت و آبرو تم پر حرام ہے، ایسے ہی پوری زندگی حرام ہے، اور زندگی کے جھمیلوں میں تمہیں بہت سنجھ سنجھ کر قدم رکھنا ہے کہ کہیں تم کو شیطان بھائے اور گناہ کرائے کہ توبہ کر لینا، پھر حج کر لینا، سب معاف ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

اسلامی زندگی

دینداری اور امانت

علامہ سید سلیمان ندوی

امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالہ کر دیا کرو۔) اس حکم کے مطابق یہ امانت ان کو واپس کی گئی، انہوں نے سبب پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خدا نے یہی حکم دیا ہے، وہاں وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اسلام کے پاس انصاف اور امانت داری کے حکم کا ان پر یہ اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئے، بہر حال یہ واقعہ صرف شانِ نزول کا حکم رکھتا ہے، اور معنی کے لحاظ سے امانت کے ہر جزئیہ پر اس کا اطلاق یکساں ہو گا، اسی لیے اہل تفسیر کی تصریحات کے مطابق اس کی وسعت میں وہ امانت الہی بھی داخل ہے، جس کا نام عموم کے ساتھ تکلیف شرعی ہے، اور وہ امانت بھی داخل ہے جس کا نام عدل و انصاف ہے، اور جو حاکموں کو اپنی رعایا کے حقوق کو ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے، اور وہ تمام امانتیں بھی اس میں داخل ہیں، جن کو ان کے مالکوں کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہو گا کہ امانت کا دائرة صرف روپے پیسے، جاندہ اور مالی اشیاء تک محدود نہیں، جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ ہر مالی، قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے، اگر کسی کی کوئی چیز آپ کے پاس رکھی ہے، تو اس کے مالکے پر یا یوں بھی اس کو جوں کا توں دے دینا امانت ہے، اگر کسی کا کوئی حق آپ پر باقی ہے تو اس کو ادا کرنا بھی امانت ہے، کسی کا کوئی بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے، کسی مجلس میں آپ ہوں، اور کچھ باتیں آپ دوسروں کے متعلق وہاں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ اور ہنگامہ کا باعث نہ بنانا بھی امانت ہے، کسی نے آپ سے اپنے کسی بھی کام میں مشورہ مانگا تو اس کو سن کر اپنے ہی تک محدود رکھنا اور اس کو اپنے جانتے صحیح مشورہ دینا بھی امانت ہے، اگر کوئی کسی کام پر نوکر ہے تو اس کو اس نوکری کے شرائط کے مطابق اپنی ذمہ

آپس کے لین دین کے معاملوں میں جو ”نَزَّلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ“ [شعراء/۱۹۳] (اس پیغام کو لے کر امانت والی روح اتری)۔ ”مُطَّاعَةٌ لِّمَ أَمِينٌ“ [نکویر/۲۱] (اس کا کہا مانا جاتا ہے وہاں امانت والا ہے)۔ اکثر پیغمبروں کی صفت میں بھی یہ لفظ قرآن میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی امت سے یہ کہا۔ ”إِنَّ لِكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ“ [شعراء/۷۴] (میں تھارے لیے امانت دار قاصد ہوں)۔

یعنی خدا سے جو پیغام ملا ہے، وہ بے کم و کاست تم کو پہنچاتا ہوں، اس میں اپنی طرف سے ملاوٹ کچھ نہیں ہے۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے پہلے مکہ والوں کی طرف سے ”امین“ کا خطاب ملا تھا، یونکہ آپ اپنے کاروبار میں دیندار تھے، اور جو لوگ جو کچھ آپ کے پاس رکھاتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوں کا توں ان کو واپس کرتے تھے۔

نیک عمل مسلمانوں کو صفت یہ بتائی گئی: ”وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهُّمْ وَعَهْدُهُمْ رَاغِعُونَ“ [مونون/۸] (اور جو اپنی امانتوں اور وعدہ کا پاس رکھتے ہیں)۔

بعض روایتوں میں ہے کہ خانہ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ بن عبد الدار شیبی کے پاس رہتی تھی، قیخ مکہ کے وقت وہ ان کے ہاتھ سے زبردستی لے لی گئی اس پر یہ آیت اتری۔

”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤْدُوا الْأَمْنَاتِ إِلَى مَسْتَحْشِرِهِنَّ“ [نساء/۸۵] (بے شہم کو اللہ حکم دیتا ہے کہ

آپنے کاروبار میں ایماندار ہو اور جس کا کسی پر جتنا ہواں کو پوری دیندار سے رتی رتی دیدے، اسی کو عربی میں امانت کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے خود اپنی شرعی تکلیف کو جسے اس نے نوع انسانی کے سپرد کیا ہے، امانت کے لفظ سے ادا کیا ہے :

”إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَيْمَنَ أَنْ يَحْمِلُنَّهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا“ [ازاحات/۹] (ہم نے اپنی امانت آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کی، تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈرے اور انسان نے اس کو اٹھالیا بے شبہ وہ ظالم اور نادان ہے)۔

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ پوری شریعت ایک خدائی امانت ہے جو ہم انسانوں کے سپرد ہوئی ہے، اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے مطابق اپنے مال کا پورا پورا حق ادا کریں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو خائن ٹھہریں گے۔

خدا کا فرشتہ جو خدا کا پیام لے کر اس خاص بندوں پر اترتا تھا، امانت سے متصف ہوتا تھا، تاکہ بندوں کے لیے جو حکم خدائی کی جانب سے آئے وہ کسی بیشی کے بغیر خدا کا صلی اللہ حکم سمجھا جائے، اسی لئے قرآن میں اس فرشتہ کا نام ”الامین“ رکھا گیا۔

امانت سپرد کی جاتی ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ [انفال/۲۷] (اور اپنی امانتوں میں جان بوجھ مجلس میں جو باتیں ہوں وہ امانت ہیں، یعنی ایک جگہ کر خیانت نہ کرو)۔

کی بات دوسرا جگہ پہنچا کر فتنہ کا سبب نہ بننا چاہیے، الا یہ کہ اس سے کسی فتنہ کے روکنے کا کام لیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "المجالس بالامانة" یعنی نشستیں امانت کے ساتھ ہوں مگر تین موقعوں پر، کہیں کسی کے ناقص قتل کی، یا کسی کی آبوریزی کی، یا کسی کامال ناجائز طور سے لے لینے کی سازش ہو تو متعلقہ لوگوں کو اس سے آگاہ کر دینا چاہیے۔

کسی کا راز افشا کرنا بھی امانت کے خلاف ہے، بلکہ میاں یوں کے درمیان پرده کی جو باتیں ہوتی ہیں، وہ بھی ایسے راز ہیں، جن کا عام طور سے افشا کرنا بے شرمنی کے علاوہ امانت کے خلاف بھی ہے، راز کے بھی معنی نہیں ہیں کہ جس کو کہنے والا راز کہہ کر ہم سے کہے، بلکہ وہ بھی راز ہے جس سے وہ ہمارے سوا دوسرا کو آگاہ کرنا نہیں چاہتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی سے بات کرے اور وہ احتیاطاً اور ہدھر اس غرض سے دیکھے کہ کوئی سنتانہ ہو تو وہ بات بھی امانت ہو جاتی ہے، امانت میں خیانت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی ایک نشانی بتائی ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں آیا ہے کہ سب سے پہلے اس امانت سے امانت کا جو ہر جاتا رہے گا، اور سب سے آخر میں جو چیز رہ جائے گی وہ نماز ہوگی، اور کتنے نمازی ہیں جن کی نمازوں کا کوئی حصہ خدا کے ہاں نہیں فرمایا میری امانت اس وقت تک فطری صلاحیت پر قائم رہے گی، جب تک وہ امانت کو غیبت کامال اور زکوٰۃ کو جرمان نہیں سمجھی، یعنی جو امانت سپرد کی جائے گی اس کو آمدی، اور کارخیر میں دینے کو جمانہ، جب مسلمان نہیں سمجھیں گے ان کی فطری صلاحیت باقی رہے گی۔

☆☆☆☆☆

[انفال/۲۷] (اور اپنی امانتوں میں جان بوجھ حضرت مولیٰ نے مدین کے سفر میں دوڑ کیوں کی بکریوں کے پینے کے لیے پانی بھر دیا اور اس کی کوئی مزدوری ان سے نہیں مانگی، اور ان لڑکیوں میں سے ایک نے واپس جا کر اپنے بزرگ پاپ سے ان کی تعریف کی، اور سفارش کی کہ ان کو نوکر کر دیجیے تو اس موقع پر قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔

"يَابْتَ اسْتَأْجِرُهُ إِنْ خَيْرٌ مِّنْ اسْتَأْجِرَتْ الْقَوْىُ الْأَمِينُ" [قصص/۲۲] (اے میرے باپ! اس کو نوکر کر دیجیے، سب سے اچھا نوکر جس کو آپ رکھنا چاہیں وہ ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو)۔

اس آیت میں سب سے بہتر نوکر کی پیچان یہ بتائی گئی ہے کہ جس کام کے لیے اس کو رکھا جائے، اس میں اس کی پوری اہلیت اور طاقت ہو، اور اس کام کو وہ پوری امانت سے ادا کرے، اس سے یہ اصول بنا کہ جس کو جس کام کا اہل سمجھ کر رکھا جائے وہ اس کی اہلیت کا ثبوت ہے، اور اس کو پوری دینداری کے ساتھ انجام دے، اب ایک شخص جو چھ گھنٹے کا نوکر ہو، وہ ایک دو گھنٹہ سستی سے چھپے چوری بے کار بیٹھا رہے، تو گو عام لوگ اس کو خیانت کا مرتبک نہیں سمجھتے مگر حقیقت میں یہ بھی ایک طرح سے امانت کے خلاف ہے۔

حدیث کی کئی کتابوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں" اور یہ ظاہر ہے کیونکہ جب دل نے ایک جگہ ہو کوادیا تو ہر جگہ دے سکتا ہے۔

جب کسی سے کوئی مشورہ لیا جائے تو اس کو چاہیے کہ اپنی رائے ایمانداری سے دے، ایک دفعہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو خیانت ہے، جس کی ممانعت اسلام نے برملائی ہے۔

آپ نے فرمایا: "جس سے مشورہ چاہا جائے اس کو

داری کو محسوس کر کے وہ انجام دے تو یہ بھی امانت ہے، اگر کوئی کسی کا آٹھ گھنٹے کا نوکر ہے، اور وہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ وقت چرا گیتا ہے، یا بے سبب سستی کرتا ہے، یا دیر سے آتا اور وقت سے پہلے چلا جاتا ہے تو یہ بھی امانت کے خلاف ہے۔

قرآن پاک اور حدیثوں میں ان جزئیات کی تفصیل پوری طرح مذکور ہے۔

ان مسلمانوں میں جن کو خدا نے فلاح پانے کی خوشخبری سنائی ہے، وہ بھی ہیں۔

"وَالَّذِينَ هُمْ لَامِنْتُهُمْ وَعَاهَدُهُمْ رَاغُونَ" [مومنون/۸] (اور جو اپنی امانتوں اور اپنے قول و قرار کی پاسبانی کرتے ہیں)۔

پھر جن مسلمانوں کو جنت میں عزت کی جگہ دی جانے والی ہے ان میں بھی وہ داخل ہیں۔

"وَالَّذِينَ هُمْ لَامِنْتُهُمْ وَعَاهَدُهُمْ رَاغُونَ" [معارج/۳۲] (اور جو اپنی امانتوں اور اپنے قول و قرار کی پاسبانی کرتے ہیں)۔

اگر کسی نے کسی کو کوئی چیز دھرنے کو دی، یا سفر میں گواہ و شاہد اور کاتب نہ ملنے کے سبب سے قرض لے کر گروی رکھی۔

"فَلَيُؤْذِنُ الَّذِي أَوْتَنِي أَمَانَتَهُ وَلَيَقُولَ اللَّهُ رَبِّهُ" [بقرہ/۲۸۳] (تو جو امین بنا یا گیا اس کو چاہیے کہ اپنی امانت ادا کر دے اور چاہیے کہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرے)۔

یعنی یہ لے کر مکر نہ جائے یا دینے میں حیلے حوال لئے کرے، یا اس میں بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے، یا کسی نے ہم پر بھروسہ کر کے کوئی بات کیا تو ہم اس کے اس بھروسے سے غلط فائدہ اٹھا کر اس کے خلاف کوئی حرکت نہ کر بیٹھیں، کہ انہی چیزوں کا نام صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: "جس سے مشورہ چاہا جائے اس کو

"وَتَخُونُوا أَمْنِتُكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ"

راہ عمل

دعوت اخلاق اور پیام انسانیت

حضرت مولانا سید محمد راجح حسني ندوی

مَرَحَا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ
الْجِبَالَ طُولاً، كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئَةً عِنْدَ رَبِّكَ
مَكْرُوهًا، ذَلِكَ مِمَّا أُوْحَى إِلَيْكَ رَبِّكَ مِنَ
الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَلَقَّى
فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَذْهُورًا۔ [سورہ بنی اسرائیل،

۳۴۹] (اور تمہارے پوروگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھا پکوئی خجالتیں، تو ان کو اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھوٹ کرنا، اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا، اور عجز و نیاز سے ان کے ساتھ رہو، اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پوروگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پورش کیا ہے تو بھی ان کے حال پر رحمت فرم، جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تمہارا پوروگار اس سے بخوبی واقف ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع لانے والوں کو خشن دینے والا ہے، اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو، اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ، کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پوروگار (کی نعمتوں) کا فرمان کرنے والا (یعنی ناشکرا) ہے، اور اگر تم اپنے پوروگار کی رحمت (یعنی فراغتی) کے انتظار میں جس کی تھیں امید ہو ان (مستحقین) کی طرف توجہ نہ کر سکو تو ان سے نزی سے بات کہدیا کرو، اور اپنے ہاتھوں نہ تو گردان سے بندھا ہووا (یعنی بہت تنگ) کرو، (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ ہی بالکل کھول دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو کہ) ملامت زدہ اور باندھ کر بیٹھ جاؤ، بیٹک تمہارا پوروگار جس کی روزی چاہتا ہے فراغ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے، اور ان کو دیکھ رہا ہے، اور انہیں

اصلاح عقايد کی دعوت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اچھے اخلاق کی بھی بھر پور دعوت دیتے تھے کہ انسانی صفات کو اور انسان کے ساتھ خیر خواہی، آپسی ہمدردی و بھائی چارگی کو اختیار کرو، دوسروں کو تکلیف دینے سے بچو، اور ان تمام کاموں سے دور رہو جن سے خرابی پیدا ہوتی ہے، اور سبھی کے ساتھ مہربانی کرو اور نرمی سے پیش آو۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ تایا کہ: "الراحمون یرحمهم الرحمن تبارک و تعالیٰ، ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء" (رحم کرنے والے وہ لوگ ہیں، جن پر سب سے بڑا رحم کرنے والا یعنی اللہ رب العالمین رحم کرتا ہے، تم لوگ زمین والوں پر رحم کر و تم پر وہ ذات مہربان ہو گی جو آسمان پر ہے) اور آپ نے اخلاقی تعلیمات وہیا یات کو جو قرآن مجید کے ذریعہ اتنا کیں اور جو آپ کو برادر است بتائی گئیں ان کی طرف توجہ دلائی، گذشتہ قوموں کو ان کے نبی کے ذریعہ جو ہدایات دی گئیں تھیں قرآن مجید میں ان کا ذکر لا کران تعلیمات کو ہر زمانہ میں را عمل بنادیا گیا، وہ بھی حضور نے سنائیں، ان آیات میں جو اخلاقی تعلیمات دی گئیں ہیں ان میں پہلی دعوت و تعلم تو حید اور ایک اللہ کی عبادت کی ہے، اس کے ساتھ اچھے اور نیک اور انسانی ہمدردی کے اخلاق کی تلقین ہے، مثلاً سورہ اسراء کی درج ذیل آیات پیش ہیں: "وَقَضَى رَبُّكَ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَلْعَنَنَّ عِنْدَكُ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَّهُمَا فَلَا تَقْلِلْ لَهُمَا أَفَ وَلَا

اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اس سے ہرگز قول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا)۔ اس طرح یہ بات واضح کردی گئی کہ اسلام کی عطا کردہ تعلیمات وہدیات پر ہی چلنے میں نجات کا سامان ہے، ان کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر کے کامیابی اور آخرت میں نجات حاصل کرنا چاہے گا تو وہ مقصد حاصل نہ کر سکے گا، ناکام ہو جائے گا، یہ ساری تعلیمات وہدیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملنے والوں کو جہاں تک آپ ہیونچا سکتے تھے ہیونچا دیا، اور ان میں جن کا عملی نمونہ ظاہر کیا جاسکتا تھا ان کا عملی نمونہ بھی دکھلایا، چنانچہ یہ تعلیمات وہدیات اور اسوہ نبوی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر پھیلا ہوا ملتا ہے اور یہ انسانوں کے خالق و مالک کی طرف سے ہی عطا کیا گیا ہے جو انسان کی ضرورتوں اور مزاجوں سے خوب واقف ہے، لہذا اس کے نبی کے ذریعہ جو چیزیں مقرر کی گئی ہیں ان میں انسانوں کے فائدے اور مصلحت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، جبکہ رب العزت کی ذات ہی وہ ذات ہے جس نے سب کو پیدا کیا، اور وہی سب کے مزاجوں اور ضرورت کو خوب سمجھتا ہے، وہ حرم و کرم والا ہے، اور اس نے اپنے کو حرم و کرم والا کہا بھی ہے، کہ وہ فرماتا ہے: «لَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ الْلَّطِيفُ الْخَيِّرُ» [الملک: ۱۳] (کیا وہ نہ جانے کا اس کو جس کو اس نے ہی پیدا کیا وہ تو بڑی باریکی با توں کا جانسے والا اور بڑا ہی باخبر ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کو لے کر اسلام شروع ہوا، اور قیامت تک ان با توں پر اسلام کے مانے والوں اور ایمان لانے والوں کو چلتے رہنے کا حکم ہوا۔

☆☆☆☆☆

ہیونچانے کی ذمہ داری دی گئی۔ ان کو یہ بتایا گیا کہ اسلام عقیدہ اور عمل دونوں پر مشتمل ہے، عقیدہ کا ذکر اوپر بیان ہوا، اس عقیدہ کے تحت عمل کے سلسلہ میں چار عمل بنائے گئے، ان کو ملکر اسلام پانچ ارکان پر مشتمل ہے، ایک عقیدہ جس میں توحید، رسالت، آخرت اور آسمانی کتابوں، ملائکہ اور تقدیر پر لقین شامل ہے، یہ اسلام کا پہلا رکن ہوا، بقیہ چار ارکان جو عملی ہیں جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج شامل ہیں جس کو اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”بَنَى الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكُوْةِ وَحَجَّ بَيْتِ اللَّهِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ“ (اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، ۲- نماز قائم کرنا، ۳- زکوٰۃ دینا، ۴- بیت اللہ کا حج کرنا، ۵- رمضان کے روزے رکھنا)۔

اور بتایا گیا کہ یہ تو عبادت اور اطاعت کے بنیادی اعمال ہیں، ان کے بعد زندگی کو نیک اور اچھے اخلاق و صفات سے آراستہ کیا جائے اور ظلم و نیادی تو نہیں ڈالے گا، اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ جائے گا، ان سب عادتوں کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسند ہے، اے پیغمبر یہ ان ہادیتوں میں سے ہے جو خدا نے دانائی کی باتیں تھہاری طرف وحی کی ہیں، اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبد نہ بنانا کہ ایسا کرنے سے ملامت زده اور درگاہ خدا سے راندہ بنانا کر جہنم میں ڈال دئے جاؤ گے۔

یہ وہ باتیں تھیں جو اسلام کے تحت نبی مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ کے باشندوں کو بتائی گئیں، اور پھر عربیوں کو ان کی طرف متوجہ کیا گیا، اور پھر تا قیامت آنے والی قوموں کے لیے ان کو من الحَاسِرِينَ [آل عمران: ۸۵] (اور جو شخص

اولاد مظلومی کے خوف سے قتل نہ کرنا، کیونکہ ان کا اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں، کچھ بیک نہیں کہ ان کا مارڈ النا بڑا سخت گناہ ہے، اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور برباد رہا ہے، اور جس جاندار کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا، مگر جائز طور پر (یعنی بے فتویٰ شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (کہ ظالم قاتل سے بدل لے تو اس کو چاہئے کہ قتل کے تھاص) میں زیادتی نہ کرے، وہ منصور اور فتحیاب ہے، اور شیعیم کے مال کے پاس بھی نہ پھکننا، مگر ایسے طریقے سے کہ بہت بہتر ہو، یہاں تک وہ جوانی کو ہیونچ جائے، اور عہد کو پورا کرو، کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہو گی، اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیانہ پورا بھرا کرو، اور جب قول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو، یہ بہت اچھی بات ہے، اور انعام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے، اور اے بندے جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب جوارح سے ضرور باز پرس ہو گی، اور زمین پر آکر کراور تن کرمت چل کر تو زمین کو چھاڑ تو نہیں ڈالے گا، اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ جائے گا، ان سب عادتوں کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسند ہے، اے پیغمبر یہ ان ہادیتوں میں سے ہے جو خدا نے دانائی کی باتیں تھہاری طرف وحی کی ہیں، اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبد نہ بنانا کہ ایسا کرنے سے ملامت زده اور درگاہ خدا سے راندہ بنانا کر جہنم میں ڈال دئے جاؤ گے۔

عمران: ۱۹ [۱۹] دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے۔ مزید یہ بھی فرمادیا گیا کہ: «وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ إِلَيْسَلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ» [آل عمران: ۸۵] (اوہ جو شخص

پنڈو موعظت

ایک ایمان افروز نصیحت

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

”انسان سے اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کے معاملات میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر الہی سے جو غفلت ہو جاتی ہے، نماز، روزہ، صدقہ و خیرات اور امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کے کام انجام دینے سے وہ معاف ہو جاتی ہے۔“ قرآن و سنت

کے بے شمار شواہد بتاتے ہیں کہ بخ گانہ نماز، صدقات اور دیگر اعمال صالح گناہوں کا کفارہ بننے ہیں، ان اعمال کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ انسان کی نشوونما کتنے ہی علمی و دینی ماحول میں ہوئی ہو، بلوغت سے مرتبہ تک جاہلیت کے بعض اعمال کا مرتكب ہوئی جاتا ہے۔

ہر خاص و عام کے لیے جو چیز نفع بخش ہے اور اسے پریشانیوں سے نجات دلا سکتی ہے، وہ ہے گناہوں کا ارتکاب ہو جانے کے فوراً بعد نیکیاں کرنا جبھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انجام دینے کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ گناہوں کو جو دیگر چیزیں مٹاٹی ہیں، ان میں سے ایک قسم ان مصیبتوں اور پریشانیوں کی بھی ہے، جو انسان کو رنج و غم اور مالی، جسمانی و معنوی لحاظ سے پہنچنے والی تکالیف سے عبارت ہے، جن میں انسان کا پناہ کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حق کو بیان فرمائے کے بعد فرمایا: ”لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آو۔“ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کا خلاصہ یہ ہے کہ جو قطع تعلق کرے، اس کے ساتھ، سلام کلام، عزت و اکرام، اس کے لیے دعا و استغفار اور اس کی تعریف کفارہ، مثلاً—جانور کی قربانی، ۲- ۶- غلام آزاد کرنا، محروم رکھے، اسے تعلیم و تعلم سے اور مالی اور غیرہ مالی بحث و خیرات کرنا، ۷- روزے رکھنا۔

ہر طرح سے فائدہ پہنچایا جائے، جو جان، مال یا کسی حکم کی بجا آوری میں یا ممنوعہ چیز کا ارتکاب

کر کے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ سے ڈر جہاں کہیں بھی ہو،“ جہاں کہیں بھی ہو، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے زیادہ مفید کوئی وصیت نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَلَقَدْ

وَصَّيْنَا اللَّذِينَ أُوْتُوا الرِّكَنَاتَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاکُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ“ [النَّاسَاءُ: ۱۳۱] (تم سے پہلے جن کوہم نے کتاب دی تھی، انھیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور تم کو بھی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو)۔

اسی طرح آخر پختہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کوین کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا: ”اللہ سے ڈرتے رو، جہاں کہیں بھی ہو اور بُرَائی کے بعد نیکی ضرور کرو، جو اس کو مٹا دے، اور لوگوں کے ساتھ نیک اخلاق سے پیش آو۔“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زدیک حضرت معاذ کی بڑی قدرو منزلت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے پیچھے سواری پر ہمراکابی کی حالت میں فرمایا: ”آے معاذ! بخدا مجھے تم سے محبت ہے، انہوں نے اس وصیت کو جامع سمجھا اور پلاشبہ یہ ہے بھی بہت جامع، ساتھ ہی پر قرآنی وصیت کی شرح بھی ہے۔

اس کی جامعیت یوں ہے کہ بندے پر دو قسم

کے حقوق ہیں: ایک اللہ تعالیٰ کے، اور دوسرے بندوں کے، اس پر اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے، اس میں بعض اوقات اس سے لازماً کوتاہی سرزد ہوگی، یا تو جیسا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:

عام نیک اعمال بھی گناہوں کا کفارہ بننے ہیں عزت و ابرو کے لحاظ سے ظلم کرے اور نقصان

پینے یا گھر، مسجد اور جائے ضرورت میں داخل ہوتے اور نکتہ وقت کے اذکار، اسی طرح بارش ہونے اور بھلی چمکنے اور اسی طرح کے دیگر موقع پر منسون دعاوں کا اہتمام، اس سلسلے میں ”شب و روز کے وظائف“ کے عنوان کے تحت کتابیں موجود ہیں۔

پھر عمومی ذکر کا اہتمام بھی کرے، اور اس میں سب سے بہتر لا الہ الا اللہ ہے، بعض صورتوں میں سبھان اللہ، والحمد للہ ولا اللہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اس سے افضل ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہر چیز، جیسے علم سیکھنا سکھانا یا مر بالمعروف اور نبی عن امکن کا فریضہ انجام دینا، چاہے زبان سے ہو، عمل سے ہو، یا قلب میں اس کا خیال پیدا ہو..... وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں شامل ہے، چنانچہ جو شخص ادا میگی فرانٹ کے بعد، علم نافع کی ملاش میں لگ جائے، یا کہیں بیٹھ کر ایسا علم سیکھے اور سکھائے، تو یہ بھی بہترین ذکر میں شامل ہے، اور راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے والا ہے، اس بنا پر اگر آپ غور کریں، تو سب سے بہتر عمل کے سلسلے میں سلف کی باتوں میں آپ کو کوئی بڑا اختلاف نظر نہیں آئے گا۔

بندے کو اگر کسی معاملے کے متعلق استباہ ہو جائے تو اسے استخارہ کر لینا چاہیے، اس لیے کہ جو استخارہ کرے گا کہی نادم و پیشان نہیں ہوگا، استخارہ اور دعا بکثرت کرنی چاہیے، یہی چیز ہر بھلائی کی کنجی ہے، اس بارے میں اسے جلدی کرتے ہوئے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں نے بہت دعا میں کیں، مگر قبول نہیں ہوئیں، دعا کے سلسلے میں قبولیت کے اوقات کے پیش نظر رہنے چاہیں، جیسے رات کا آخری حصہ، نماز کے بعد، اذان کے دوران اور بارش ہوتے وقت وغیرہ۔

وسائلِ رُذق

جہاں تک کسبِ حلال کے سب سے زیادہ

سب سے اچھا عمل

فرانٹ کے بعد سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تو مختلف لوگوں اور ان کی مصروفیات اور مشاغل کے مطابق سب کے لیے ایک ہی لگاندھا جواب ناممکن ہے، لیکن جس چیز پر سب کا تقریباً اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کا التراجم، یہ وہ بہترین مشغل ہے جس میں بنہ اپنے آپ کو مصروف رکھے۔ مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث اس کی اہمیت واضح کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مفردون سبقت لے گئے“، عرض کیا گیا: ”مفردون“ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتیں“۔ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پا کیزہ تر ہے، اور تمہارے درجات کو تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے، اور راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں تمہارے لیے خیر ہے، اور تمہارے لیے اس میں اس جہاد سے بھی زیادہ خیر ہے، جس میں اپنے دشمنوں کو موت کے گھاث اثار دو، اور وہ تمہیں ذبح کریں اور شہید کریں؟“ صحابہؓ نے عرض کیا: ”ہاں، یا رسول اللہ! (ایسا قبیل عمل ضرور بتائیے)“، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ اللہ کا ذکر ہے۔“ [ابوداؤ، احمد، ترمذی، ابن ماجہ]

ذکر کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بندہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ما ثوار ذکار کی پابندی کرے، جیسے صبح و شام کے اذکار، سوتے وقت، بیدار ہونے پر اور فرض نمازوں کے بعد و ادائے اذکار وغیرہ، اسی طرح وہ اذکار اور دعا میں جو مختلف حالات و موقع کے لیے وارد ہوئی ہیں، جیسے کھانے کام کر لیا تو اس کے انجام کا کیا کہنا۔

پہنچائے، اس کو معاف کیا جائے، ان میں سے کچھ چیزیں تو واجب ہیں اور کچھ مستحب اور مرغوب، خلق عظیم کی حقیقت یہ ہے کہ انسان وہ چیزیں انجام دے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

رہی یہ بات کہ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی وصیت کیوں کر ہیں، تو وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کے حتمی طور پر کرنے کا، یا اس سے رُک جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، لیکن چونکہ با اوقات تقویٰ سے مراد محض اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر لیا جاتا ہے، اس لیے حدیث معاویہ میں لفظ تقویٰ کی شرح بیان ہوئی ہے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ نے تقویٰ کی شرح یوں روایت کی ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زیادہ تر کون سی چیز لوگوں کے جنت میں داخلے کا سبب بنے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ اور بہترین اخلاق، پھر پوچھا گیا کہ کون سی چیز زیادہ تر جہنم میں لے جائے گی؟ فرمایا: منه اور شرم گا“ [ترمذی]۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمانوں میں سب سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔“

خیر اور نیکی کا سرچشمہ اور بنیاد یہ ہے کہ آدمی عبادت اور استعانت (فریاد طلبی) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص کروے، چنانچہ بندے کو خلوق سے اپنا دل اسی طرح پھیر لینا چاہیے کہ نہ ان سے کسی فائدے کی امید رکھے، اور نہ ان کی خاطر کوئی عمل کرے، بلکہ تمام توجہ اور رُخ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو، اپنی ہر مشکل، پریشانی، تنگ دستی اور خطرہ وغیرہ میں اسی کو پکارتا رہے، اور اس کی پسندیدہ چیزیں تیار کرتا رہے، جس نے یہ کام کر لیا تو اس کے انجام کا کیا کہنا۔

وقدہ میرے علم میں نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے کسی پیشہ کو اختیار کرنا چاہے تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے استخارہ پر عمل کرنا چاہیے، اس میں ناقابل بیان حد تک برکت ہے، اس کے بعد جو چیز اسے میسر ہو جائے، اسے چھوڑ کر خواہ مخواہ بلا ضرورت کسی اور پیشے میں تائگ نہ اڑائے، الایہ کہ اس میں کوئی شرعی قباحت ہو۔

علمی کتب

جہاں تک علم کے حصول کے لیے مناسب کتابوں کا تعلق ہے تو یہ نہایت وسیع میدان ہے، اس کا دار و مدار کسی حد تک ان ممالک و علاقوں جات پر بھی ہے جہاں انسان پروان چڑھا ہے، اس لیے کہ بعض ممالک میں علوم و فنون اور اس کے مسلک و مکتب فکر کی ایسی چیزیں میسر ہوتی ہیں جو دوسرے ممالک میں میسر نہیں ہوتیں، لیکن خیر و نیکی کی بنیاد یہ ہے کہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متوارث علم کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے، اس لیے کہ یہی دہ علم ہے جو علم کھلانے جانے کا سزاوار ہے۔

انسان کو سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادار و نوادی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے مقاصد اور حکمتوں کو سمجھنا چاہیے، اگر اس کا غرض تھی، تو اسے اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے ساتھ تعلق میں حتی الوع اسے چھوڑ کر کسی اور بات پر عمل نہیں کرنا چاہیے، بندے کو کوش کرنا چاہیے کہ اس کے پاس علم کے تمام ابواب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بنیاد موجود ہو۔

اگر لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے کسی معاملے میلان پر ہے، اس بارے میں کوئی لگانہ بندھا اصول

اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور رزق کے معاملے میں اسی کا دامن تھامنا، بہت بڑا دینی اصول ہے۔

پھر چاہیے کہ مال کو پورے استغناۓ نفس کے ساتھ لے تاکہ اس میں برکت واقع ہو، حرص و ہوس اور دل کی رغبت و شوق سے اسے نہیں لینا چاہیے، بندے کے ہاں مال کی حیثیت ایسی ہو جائے کہ اس کی ضرورت تو ہے، مگر دل میں اس کی کوئی جگہ نہیں، اور مال و دولت کے لیے دوڑ

دھوپ صرف اتنی اور اس حد تک ہونی چاہیے، جیسی قضاۓ حاجت کے لیے ہوتی ہے۔ ترمذی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس پر اس حال میں صبح آئی کہ دنیا کا حصول ہی اس کا سب سے بڑا مطیع نظر تھا، تو اللہ تعالیٰ اسکے معاملات کو پر انگدہ کر دے گا، اور اس کے وسائل رزق کو منتشر کر دے گا، اور دنیا میں سے اسے صرف اتنا ہی حصہ ملے گا، جو اس کی قسمت میں لکھا ہے، مگر جس پر صبح اسی حال میں آئی کہ آخرت ہی اس کا سب سے بڑا مطیع نظر تھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو سنبھار دے گا، اس کے دل میں استغنا اور بے نیازی پیدا کر دے گا، اور دنیا مجبورو رسوا ہو کر اس کے قدموں میں آگرے گی۔“

ایک بزرگ کا قول ہے کہ تمہیں دنیا میں سے

حصہ پانے کی ضرورت تو ہے، مگر آخرت میں سے

حصہ پانے کی تمہیں اس سے کہیں زیادہ ضرورت

ہے، لہذا اگر تم نے آخرت کے حصے سے آغاز کیا، تو

دنیا کا حصہ تمہیں خود بخوبی کر رہے گا۔

جہاں تک صنعت و حرف، تجارت و زراعت یا

عمارت سازی اور رزق کے اس طرح کے دیگر

وسائل و ذرائع میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوکیت

دینے کا تعلق ہے، تو اس کا دار و مدار ہر آدمی کے طبعی

اس کی بندگی کرو اور اس کا شکردا کرو، یہ امر (حکم)

ہے، اور امر، واجب ہونے کا تقاضا کرتا ہے، لہذا

نفع بخش ذرائع وسائل کا تعلق ہے، تو وہ ہیں: اللہ پر توکل، اس کے کافی اور رزق رسال ہونے پر پورا بھروسہ، اور اس کے متعلق اچھا گمان، چنانچہ رزق کی تلاش کرنے والے کو چاہیے کہ رزق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا سہارا تلاش کرے اور اسی سے مانگے، حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں، اس لیے تم مجھ ہی سے رزق مانگو، میں تمہیں پہناؤں گا۔“ امام ترمذیؓ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہیں اپنی تمام ضرورتیں اور مرادیں اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہیں، حتیٰ کی اگر تمہارے جو تے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو وہ بھی اپنے رب ہی سے مانگو، اس لیے کہ وہ نہ دنیا چاہے تو کچھ میسر نہیں آسکتا۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ“ [النساء: ۳۲/۳] (اللہ سے اس کا فضل مانگو)، مزید ارشاد ہے: ”فَإِذَا أُفْضِيَتِ الصَّلَاةُ فَإِنَّتَشَرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ“ [الجمع: ۴۰/۱۰] (پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)۔ یہ آیت اگر چنانچہ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر اس کا اطلاق تمام نمازوں پر ہوتا ہے، شاید اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہوتے وقت اللہم افتح لی أبواب رحمتك اور نکتے وقت اللہم إنی اسکل من فضلک و رحمتك کی دعا میں پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ”فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوهُ“ [العنکبوت: ۲۹/۱۷] (اللہ تعالیٰ سے رزق مانگو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکردا کرو، یہ امر (حکم) میلان پر ہے، اس بارے میں کوئی لگانہ بندھا اصول

حضرت مولانا محمد منظور نعمنیؒ کی بعض انتہائی مقبول تصانیف اسلام کیا ہے؟

نهایت آسان زبان اور بے حد دلنشیں انداز میں اسلامی تعلیمات کا جامع اور مکمل خلاصہ دین کی ضروری واقفیت ہی کے لئے نہیں بلکہ کامل مسلمان بننے کے لئے بھی اس کتاب کا مطالعہ اور اس پر عمل اشناع اللہ کافی ہے۔ پچاس سال سے زیادہ عرصہ سے شائع ہو رہی ہے اور آج بھی اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ نہ جانے کتنے تاجریوں نے بلا اجازت اس کو چھاپ رکھا ہے۔
قیمت اردو ایڈیشن-50 روپے ہندی ایڈیشن-70 روپے

معارف الحدیث

احادیث نبوی کا ایک جامع انتخاب آسان ترجمہ اور عام فہم تشریفؒ کے ساتھ اس مجموعہ میں مولانا علیہ الرحمہ نے خاص طور پر اُن احادیث کا انتخاب کیا ہے جن کا انسانوں کی فکری، اعتقادی اور علمی زندگی سے خاص تعلق ہے اور جن میں ہدایت کا خاص سامان ہے۔ آٹھ جلدیوں میں مکمل ہے۔ مال کی حرص والے اور جائز ناجائز کے فرق کا خیال نہ رکھنے والے کئی تاجریوں نے اس کو بھی بلا اجازت چھاپ لیا ہے۔ قیمت کامل ۸ جلدیں-2000 روپے

تذکرہ مجدد الف ثانیؒ

سرمایہ ہند امام رب انبیاء حضرت شیخ احمد سر ہندی مجدد الف ثانیؒ کے مکمل سوانح حیات۔ آپ کے عرفانی اور ارشادی خصوصیات اور اس عظیم کارنامہ کی تفصیل، جس کے نتیجے میں اکبر اور کے خواریوں کا چالا یا ہوا دین الہی تاریخی تصدیق ہو کر رہ گیا۔ قیمت-250 روپے

ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت

مولانا نعمانی رحمہ اللہ کی وہ تصنیف جس نے ہزاروں بندگان خدا کی آنکھیں کھول دیں۔ اس کتاب میں کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہی گئی ہے جو کچھ کہا گیا ہے تب شیعہ کی کتابوں کے حوالہ سے ہی کہا گیا ہے۔ قیمت-200 روپے
بغیر اجازت کسی کی کتاب چھاپنا سرقة (چوری) ہے۔ سرقہ کا مال لینے سے بچیں اور اصلی کتاب ہی خریدیں!

تمام کتب پر 50% خصوصی رعایت

دفتری اوقات انجینئرنگ سینے شام ۵ بجے کے دوران فون نمبر 8090035664 پر رابطہ قائم کر کے اپنی مطلوبہ کتب خصوصی رعایت پر بلا تاخیر حاصل کرنے کا طریقہ معلوم کریں۔

ناشر: الفرقان بکٹھ پو، ۱۱۴/۳۱ نظریہ آباد، لکھنؤ 226018

عاشرؒ کی روایت میں سکھائی گئی دعا کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھا کرتے تو فرماتے: ”میرے اللہ، جرمیل، میکا بیل اور اسرا فیل کے رب، زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے، کھلے چھپے کے جانے والے، تو ہی اپنے بندوں کے اختلافات کے درمیان صحیح فیصلہ کر سکتا ہے، جس میں اختلاف ہے، تحقیق کی طرف میری رہنمائی فرماء، تو جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے“، اللہ تعالیٰ نے خود بھی حدیث قدسی میں فرمایا ہے: ”میرے بندوں، تم سب گم کر دہ را ہو مگر جسے میں ہدایت دوں، لہذا مجھے ہی سے رہنمائی طلب کرو، میں تمہیں راہ دکھاؤں گا۔“

کتابوں میں بخاری سے زیادہ مفید کوئی اور کتاب نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ علم کے تمام اصول و مبادی اس میں آگئے ہیں، علم کے مختلف ابواب اور فروع میں تحریکی خواہش رکھنے والا شخص اپنا پورا مقصود صرف اسی کتاب پر انھمار کر کے حاصل نہیں کر سکتا، اس لیے کہ دیگر احادیث اور ان معاملات کے بارے میں اہل علم و فقہ کے اقوال و آراء کا جانا بھی ضروری ہے، جن کا علم ان حضرات ہی کے ساتھ مخصوص ہے، مگر جس شخص کو نور بصیرت سے محروم رکھا گیا ہے، کتب کی بہتات، اس کی سرگردانی اور گمراہی میں اضافہ ہی کرے گی، جیسا کہ آخر پور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ انصاریؓ سے فرمایا تھا: ”کیا یہود و نصاریٰ کے پاس تورات و انجلیل موجود نہیں ہے؟ انہوں (تورات و انجلیل) نے انھیں کیا فائدہ پہنچایا؟“ [ابوالقاسم الامغر بی کو وصیت، الوصیۃ الصغریؓ]۔

(ترجمہ: عبدالحی ابڑو)



صحبتی بالهل دل

علم کے لیے محنت و مجاہدہ لازمی!

حضرت مولانا سید محمد رابع حسینی ندوی دام ظلہ کے مجلسی افادات

ترتیب و پیشکش: محمد سلمان بخوری

ترتیب فرمائی، حضرت مولانا راجحة اللہ علیہ طلبہ پر بہت شفقت اور مہربان تھے، اور جس نے ایک بار ان سے پڑھ لیا، آخر تک انہوں نے شفقت کا معاملہ رکھا، لیکن اعراب کی غلطی اور تعلیم میں محنت سے غفلت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے، میرے بڑے بھائیوں نے بھی ڈانٹ کھائی لیکن اس سے ہم کو بہت فائدہ ہوا۔

آن سارے وسائل طلبہ کے پاس موجود ہیں، ہر قسم کی سہوتیں ان کوٹل رہی ہیں، ہر فن کے ماہر اور بڑے اساتذہ ایک ہی جگہ جمع کر دیے گئے ہیں، اب طلبہ کا کام پوری یکسوئی کے ساتھ پڑھنا ہے، اور مطالعہ کے ذریعہ اپنے اندر صلاحیت اور الہیت پیدا کرنی ہے، کھلنے کے وقت طلبہ کھلیں، اور خوب کھلیں، لیکن جب پڑھنے کا وقت ہو تو یکسوئی کے ساتھ پڑھیں، مطالعہ کریں، بڑی بڑی لائبریریاں ہیں، جہاں ہر فن کی کتابیں موجود ہیں، قیام طعام کے لیے باہرجانا نہیں، دیگر سامان بھی یہاں مہیا ہیں، اور جو قواعد و ضوابط ہیں، وہ طلبہ ہی کے لیے ہیں اور ان کا ہی اس میں فائدہ ہے، بالکل وقت ضائع نہ کریں، طلبہ کے وجود سے مدرسہ ہے، مدرسہ درود یا رکنام نہیں، طلبہ سے مدرسہ ہے، انہیں مدرسہ میں محنت کریں، اور کسی فن میں اختصاص پیدا کریں، جو محنت نہیں کرتا اس کی شخصیت نہیں بنتی، ایک ہی مقام سے دلوگ آتے ہیں ایک محنت کر کے بہت آگے کل جاتا ہے، اور ایک پیچھے رہ جاتا ہے، اور پھر بہت پیچھے ہو جاتا ہے، اس کی فکر کریں، صحیح کہا ہے کہنے والے نے ۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

☆☆☆☆☆

اس وقت حصول تعلیم میں سہولت پیدا کرنے کا رائج الوقت ہمارا تعلیمی نظام ہے، اس سنتا اور اسی کنوٹ کرتا تھا، یہ تمام پریشانیاں وہی میں ہر طرح کی سہولت طالب علم کے لیے فراہم برداشت کرتا تھا، جس کو حقیقی معنی میں علم حاصل کرنا ہوتا تھا، اسلاف کے سینکڑوں واقعات کر دی جاتی ہے، طالب علم کو نہ تو اساتذہ کو تلاش کرنے کی قدر ہوتی ہے، نہ کتابوں کے حاصل حاصل کیا ہے، اور استاد بھی کوئی کہیں، کوئی کہیں ہوتا ہے، نہ کھانا پینا اور ہر ہن سہن کے انتظامات بھی مہیا ہوتے ہیں، یہاں طالب علم کا کام پڑھنا پڑھانا ہے، اور مطالعہ کرنے کے لیے لائبریریاں ہیں، اور مقیم اساتذہ کی رہنمائی حاصل رہتی ہے، اب صرف علمی صلاحیت کو پروان چڑھانا آپ کا کام ہے، اس پر جتنا بھی میرے ماموں مفتکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسینی ندویؒ کی سرپرستی میں کچھ تعلیم اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ہم مولانا کو انشاء دکھاتے ہوئی تھیں، ان سے نقل لے کر استفادہ کیا جاتا تھا، یہ تو ہم نے اپنی زمانہ طالب علمی میں دیکھا کہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسینی ندویؒ کی کتاب "محترمات" کی نقل کر کے طلبہ پڑھتے تھے، کتاب بعد میں چھپی، اور ہماری بعض کتابوں کے ساتھ ایسا ہوا جو نصاب درس میں ہیں کہ طلبہ ان کی نقل لے کر پڑھتے تھے، ہمارے رسالوں کا آغاز بھی قلمی ہوا، "الرائد" پبلیکلی ہوا کرتا تھا، نہ کھانے کے لیے مطبخ ہوتا تھا، قیام نظر آئی، اس پر ناراضگی ظاہر فرمائی اور تنبیہ کی، اس طرح انہوں نے تعلیم کو محنت سے حاصل کرنے کی

ایک مرتبہ ہم اپنا ایک مضمون ان کو بطور احتیاط دکھار ہے تھے، حضرت مولاناؒ کو تعبیر کی ایک غلطی کے لیے دارالاقامہ، استاد کی قیام گاہ قریب کی مسجد میں ہوتی، کھانے کے لیے کوئی صورت

بیت عتیق

و صَدَّاً فَرِيزْ، حَجَّ مُبِرَّ کی سعادت حاصل کرنے والوں کو

مولانا سید محمد واصح رشید حسني ندوی

”حج کا سفر اکثر اوقات ایک طویل سفر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَأَذْنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَا تُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجَّ عَبِيقٍ“ [سورہ حج: ۲۷] (اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دلبی اونٹیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی)۔

اس میں انسان کو مختلف حالات پیش آتے ہیں، مختلف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، نئے نئے لوگوں کی طویل عرصہ تک صحبت اور رفاقت رہتی ہے، طرح طرح کے معاملات پیش آتے ہیں اور یہ سب چیزیں بہت سے منوعات، غلط قسم کی ترغیبات اور ایک دوسرے کے ساتھ کھمکش اور لڑائی جھگڑے کی حد تک پہنچا سکتی ہیں، حاجی اس سفر میں بہت سی چیزوں سے شک دل ہوتا ہے، بعض اوقات کسی ناگوار بات سے اس کی طبیعت میں سخت اشتعال پیدا ہوتا ہے، اور اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں بعض اوقات اس سے ایسی باتیں سرزد ہو جاتی ہیں، جن کو وہ اپنے دلن اور اپنے گھر میں بھی برآجھتا تھا اور حتی الامکان اس سے پچتا تھا، وہ بعض ایسی مصیتوں اور اخلاق قبیحہ میں گرفتار ہو جاتا ہے، جو حج کی روح اور مقاصد کے یکسر منعی ہیں، حج میں ان چیزوں کی ممانعت خاص طور پر اسی لیے آئی ہے کہ اس میں اس کا اختلال اور بڑھ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”الْحَجَّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِي هِنَّ الْحَجَّ فَلَرَفَثٌ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا حِدَالٌ فِي الْحَجَّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونَ يَا أُولَئِي الْأَلْبَابِ“ [سورہ بقرہ: ۱۹] (حج کے چند مینیت معلوم ہیں، جو کوئی ان میں اپنے اپر حج مقرر

موسم حج کے آتے ہی ایک طرف جہاں مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِي هِنَّ الْحَجَّ فَلَرَفَثٌ حاجیوں کے قافلے درقافلے دنیا کے گوشہ کو شے سے وَلَا فُسُوقٌ وَلَا حِدَالٌ فِي الْحَجَّ“ [سورہ بقرہ: ۱۹] (حج کے چند مینیت معلوم ہیں، جو کوئی ان میں ہونے اور روحانی سکون کے لیے جانب مکہ و مدینہ روای دوال ہیں، گویا کہ ایک جذبہ محبت، شوق زیارت، شہربنی اور نبی کی مسجد کا دیدار اور آرزوں و تمناؤں کی حدی خوانی ہے، جو انھیں جاہپ دیار حبیب کشاں کشاں لیے چلی جا رہی ہے، کتنے ہی دل ایسے ہیں جو اپنے دریینہ خوابوں کی تکمیل اور زندگی کی پہلی حاضری کے لیے بے چین اور بے تاب ہیں، جن کی خوشی کے بارے میں نہ پوچھیسے کہ حج بیت اللہ، مسجد بنوی اور تمام مناسک حج کے ذکر ہی سے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو جاتی ہیں، وہیں دوسرا طرف عظمت و احترام کا جذبہ ہے، دل لرزائ ہیں کہ ان مناسک کی ادائیگی میں کہیں کوئی بے ادبی اور کوئا نہ ہو جائے کہ وہاں نظر اٹھانا بھی بے ادبی ہے، اور یہ خوف کیوں نہ ہوں؟ جہاں اتنا بڑا مجع کر انسانوں کا سمندر معلوم ہو، وہ بھی ایک ہی جگہ، ایک ہی وقت میں اور ایک ہی کام کے لیے جمع ہوں، جنکے مزاج مختلف، زبانیں مختلف، ایسے نازک و حساس موقع پر کسی قصور کا سرزد ہو جانا فطری بات ہے اور اختلاف کا ہو جانا انہوں بات نہیں، اسی فطرت انسانی کی بے مایگی کو منظر رکھتے ہوئے خالق کائنات نے جہاں حج کا طریقہ اور اس کے آداب بتالے، وہیں اس اختلال کا ذکر کے اس کو روکنے کی پیش بندی کر دی ہے: ”الْحَجَّ أَشْهُرٌ

مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِي هِنَّ الْحَجَّ فَلَرَفَثٌ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا حِدَالٌ فِي الْحَجَّ“ [سورہ بقرہ: ۱۹] (حج کے چند مینیت معلوم ہیں، جو کوئی ان میں اپنے اوپر حج مقرر کرنے کا سبب ہے ”وَمَنْ يُرِدُ فِيهِ بِإِلْحَادِ بِظَلْمٍ نُذِقَهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ“ [سورہ حج: ۲۵] (اور کوئی بھی اس کے اندر کسی بے دینی کا ارادہ ظلم سے کرے گا ہم اسے عذاب دردناک چکھائیں گے) اسی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ان ایام میں شکار کرنے سے بھی منع فرمایا ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ مُحْرُمٌ“ [سورہ مائدہ: ۹۵] (اے ایمان والوں! شکار کو مت مارو جب کتم حالت احرام میں ہو)۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو حج مبرور کا مردہ سنایا ہے جو حج کے تمام آداب اور شرائط کا خیال رکھے، جو میں شریفین کا احترام کرے، حج کے اکان اور مناسک کی ادائیگی کے وقت کوئی ایسا عمل نہ کرے جو قند و فساد کا باعث ہو، مولانا سید ابو الحسن علی حسني ندوی حج کے آداب اور مناسک کے احترام اور بعض دوسرے انتہامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غفلت میں ڈال دیتی ہے نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے، وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں المٹ جائیں گی)۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اسلام دین و دنیا دونوں کا جامع ہے، اسی لیے اسلام کا تعبدی نظام دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی دونوں کو اپنے اندر سمونے ہوئے ہے، جبکہ دوسرا نہ مذاہب دین و دنیا کی جماعت سے تھی دامن ہیں، کم اور محدود وقت میں اس طرح کے بڑے بڑے اجتماعات حادثات سے خالی نہیں ہوتے، اور حادث کا پیش آنا بھی فطری ہے، لیکن اکثر حادثات انسانی غلطیوں اور کوتاہیوں ہی سے رونما ہوتے ہیں، ظلم و ضبط کی خلاف ورزی اور شرعی حدود و ضوابط اور حج کے آداب و قوانین کی پابندی نہ کرنے ہی سے پیش آتے ہیں، یہ حادثات عام طور سے طاف و سقی، ایک مقام سے دوسرا مقام منتقل ہونے اور ری جہرات کے موقع پر جلد بازی کی وجہ سے پیش آتے ہیں، حالیہ رسول میں ان افسوس ناک امور پر غور و خوض کیا گیا ہے اور تکلیف دہ واقعات سے بچنے کے وسائل پر غور ہوا اور تا اپر اختیار کی گئی ہیں۔

پچھلے چند رسوں میں ایسے واقعات زیادہ پیش آئے، ان کی وجہات میں حاجیوں کی ہرسال برحقی ہوئی تعداد ہے، حالانکہ حج انتظامیہ نے یہ قانون نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی شخص ہرسال حج نہ کرے، بلکہ ان لوگوں کو ترجیح دے جن کو ابھی تک موقع نہیں مل سکا ہے، یاد رہے کہ ٹرینک اور بھیڑ کی وجہ سے شرپسندی کی وجہ سے زیادہ پیش آتے ہیں اور یہ عاصر ہر وقت موقع کی جلاش میں رہتے ہیں، کہ کسی طرح مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع اور اس اہم رکن کی ادائیگی میں افراحتی کا ماحول پیدا ہو جائے۔

جب جمالیے واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اب حالات بدل گئے ہیں اور زندگی کی سہولیات عام ہو گئی ہیں، حکومت کی کوششوں سے حج کا سفر آسان ہو گیا ہے، امور حج کی انتظامیہ بھی

Hajjیوں کو راحت و آرام کے وسائل فراہم کرنے میں کوشش ہے، سفر و حضور اوقاف و حرکت کے جدید ترین وسائل موجود ہیں، جن کی بنا پر ماضی کی صورتیوں اور پریشانیوں کا ازالہ ہو گیا ہے، بیت اللہ شریف کے ارد گرد بڑے بڑے ہوٹلوں میں حاجیوں کے لیے سہوتیں فراہم کر دی گئی ہیں، نماز وغیرہ کی ادائیگی کا بھی نظم ہے کہ مجمع کی کثرت اور حاجیوں کے ہجوم کی وجہ سے وہیں نماز ادا کر لیتے ہیں، ان آسانیوں کی وجہ سے سفر حج بڑا پر لطف ہو گیا ہے، مناسک حج کی ادائیگی میں اگر کوئی کوتاہی نہ ہو تو ان سہولتوں اور آسانیوں کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں، قرآن کریم کہتا ہے: "لَيَسْهُدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا أَسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُّوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ثُمَّ لَيَقُضُوا تَفَثِّهِمْ وَلَيُوْفُوا إِنْدُورَهُمْ وَلَيُطَوْفُوا بِالْيَتِّ الْعَيْقِ" [سورة حج: ۲۹، ۳۸] (تاکہ اپنے فوائد کے لیے آموجود ہوں اور تاکہ ایام معلوم میں اللہ کا نام لیں اور ان چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عطا کیا ہے، پس تم بھی اس میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ اور پھر لوگوں کو چاہیئے کہ اپنا میل پچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور چاہیئے کہ اس قدیم گھر کا طاف کریں) ایک جگہ اور ارشاد باری ہے: "رِجَالٌ لَا تُلَهِيْهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا يَبْيَعُ عن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيَّاتِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَنَقَّلُبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَنْصَارُ" [سورة نور: ۳۷] (ایسے لوگ ہیں جنہیں نہ تجارت

کرے تو پھر حج میں نہ کوئی خش بات ہونے پائے اور نہ کوئی بھکی اور نہ کوئی جھگڑا، اور جو کوئی بھی نیک کام کرو گے اللہ کو اس کا علم ہو کر رہے گا اور زاد راہ لے لیا کرو اور بہترین زاد راہ تو تقدی ہے، سو اے اہل فہم! میراہی تقدی اخیار کرو)۔

ان قوانین، احکامات اور تعلیمات نے جن کا تعلق قلب و جوارح، نیت و عمل اور زمان و مکان سے برآ راست ہے، حج کو تقدس اور طہارت، تورع، زهد، مراقبہ اور حضور، محاسبہ نفس اور جاہدی و جہاد کی ایک ایسی خلعت عطا کی ہے، جو دوسرے نہ ہیوں اور ملتوں کے اس قسم کے اعمال میں ہرگز نہیں ملتی، ان کی وجہ سے نفس انسانی، اخلاقی عامل اور نظام زندگی پر جو اثرات پڑتے ہیں، اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تصدیق ہوتی ہے "من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته أمه" جس نے خالص اللہ کے لیے حج کیا اور پھر درواز حج نہ بری بات زبان سے نکالی نہ فتن و فجور اختیار کیا، تو ایسا ہو کر لوٹا جیسا کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا، [ارکان اربعہ: ص/ ۳۳۹-۳۴۱] گزشتہ زمانوں میں حج کرنا بہت دشوار کرن اور پر خطر تھا، خاص طور سے جب لوگ سمندروں میں کشیوں اور جہازوں کے ذریعہ سفر کرتے تھے، جس میں کئی بھتے بلکہ میئن لگ جاتے تھے، اور چونکہ اس وقت عرب میں ترقی کے اسباب وسائل کم بلکہ ناپید تھے، پانی کی قلت، رہائش و اقامت کی دشواری، نقل و حرکت اور موصلات کا کوئی نظام نہ ہونے پر حاجیوں کو بہت پریشانی پیش آتی تھی، اس کے علاوہ راستے بھی پر امن نہیں تھے، ڈاکوں، چوروں اور بد ووں کی لوٹ مار، غارت گری اور بار بداری کا کام کرنے والوں کی بدسلوکی عام بات تھی۔ اس زمانہ کے حجاج نے اپنے سفر ناموں میں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ مقدس شہر ان انسانوں سے نکالی، نہ فتنہ و فنور اختریار کیا، تو وہ ایسا ہو کر لوٹا کا سلسہ جاری رکھے ہوئے ہے، اور حاجیوں کی روبروز بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حکومت کی طرف سے مناسب اور قابل ستائش انتظام کیا جاتا ہے، اللہ کے مہمانوں کے جان و مال کی سلامتی کے وسائل بہم پہنچائے جاتے ہیں، حکومت کے سارے انتظامات قبل تعریف ہیں، اس کے باوجود بعض حاجیوں کی وجہ سے ماحول میں افراتفری پیدا ہوتی ہے جنہیں حج کے آداب و قوانین کی واقعیت نہیں ہوتی، اور بعض شرپسند عناصر بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے اپنے سیاسی مقاصد و مفادات ہیں اور جانی و مالی نقصان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس سے حج کا بارکت ماحول کے لیے سوغات ہوں گی، اور اس کی ذات پے خراب ہو، اور ہر حاجی حج مبرور کی سعادت سے مالا مال ہو کر پاک دل اور پاک نفس لے کرو اپس آئے اور پکے مومن کی پیچان ہوگی۔

(ترجمہ از عربی: محمد سالم سونکی)

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين

از السیم أبوالدسو علی الدنسی الندوی

صفحات: ۳۷۲ قیمت: ۲۵۰

مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں

از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

جس میں بڑی جرأت کے ساتھ مغربی تہذیب کے ناقص پر نکتہ چینی اور مشرق کے پرستاران مغرب کی غلامانہ ذہنیت اور انہی تقليد پر صاف صاف تقدیم کی گئی ہے، اور مشرق و مغرب کی درمیانی خلیج کو پاٹھنے اور انسانیت کی تصحیح رہنمائی و خدمات کے لیے ایک راہ اعتدال کی نشاندہی کی گئی ہے۔

صفحات: ۱۸۲ قیمت: ۱۰۰

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۹۳، ندوہ کیمپس، ندوہ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: ۰۵۲۲-۲۷۴۱۵۳۹، موبائل نمبر ۹۸۸۹۳۷۸۱۷۶

ایمیل - airpnadwa@gmail.com

طوبی بکڈیو لاکھنؤ

ہمارے یہاں قرآن و حدیث، علمی و ادبی، درسی و غیر درسی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اسکے ملحظہ مدارس کی کتابیں اور لغات مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔

پتہ: طوبی بکڈیو، ندوی منزل، ندوہ روڈ، لکھنؤ

موباکل نمبر: 9005505629

سعودی حکومت حرمن شریفین کی توسعی اور تعمیر کا سلسہ جاری رکھے ہوئے ہے، اور حاجیوں کی روبروز بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر حکومت کی طرف سے مناسب اور قابل ستائش انتظام کیا جاتا ہے، اللہ کے مہمانوں کے جان و مال کی سلامتی کے وسائل بہم پہنچائے جاتے ہیں، حکومت کے سارے انتظامات قبل تعریف ہیں، اس کے باوجود بعض حاجیوں کی وجہ سے ماحول میں افراتفری پیدا ہوتی ہے جنہیں حج کے آداب و قوانین کی واقعیت نہیں ہوتی، اور بعض شرپسند عناصر بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے اپنے سیاسی مقاصد و مفادات ہیں اور جانی و مالی نقصان ہو جاتا ہے۔

حج کے عالمی اجتماع کی کوئی نظر نہیں ملتی، اس عظیم اجتماع کا مامن و سکون کے ساتھ انجام اپانایا خود اپنی ذات میں ایک مجھہ ہے، اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اسلام سراپا مامن و سلامتی کا نہ ہب ہے، اور یہ سر زمین مقدس امن و امان کی زمین ہے، فرمان الہی ہے: "وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهَدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهَرَا بَيْتَى لِلْمُطَ�هِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكْعَى السُّجُودِ" [البقرہ: ۱۲۵] (اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے ایک مقام رجوع اور مقام امن مقرر کیا اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا داوار، ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم بھیجا کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک و صاف رکھو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور کوئ کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے)۔ لیکن دشنان اسلام اس عظیم اور مقدس اجتماع میں خلل ڈالنے اور حکومت کو بدنام کرنے میں اپنی ممکنہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ہمارا سماج

لباس زندگی کا انتخاب

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

دیکھنے میں خوبصورتی سے خالی ہوتی ہے، اب تو ایسے کپڑے بھی چل پڑے ہیں جنہیں برساتی کے بغیر بارش میں پہننا جاتا ہے، کوئی خطرہ کا موقع ہوتا آج کل شاک پروف (آگ کا محافظ) لباس استعمال کیا جاتا ہے، ان ملبوسات میں بنیادی طور پر جو چیزیں پیش نظر ہوتی ہے وہ یہی کہ انسان کو موکی نشیب و فراز سے بچانے والی اور اس کے جسم سے مناسب رکھنے والی پوشش کا ہو۔

لباس زندگی یعنی شوہر یوں کے انتخاب میں بھی یہی معیار مطلوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عام طور پر نکاح چار اسباب کے تحت کیا جاتا ہے، دولت و ثروت کو دیکھ کر، خاندانی وجاهت سے متاثر ہو کر، حسن و جمال پر فریقہ ہو کر اور دین داری اور اخلاق کو معیار پنَا کر، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دین دار لڑکی کا انتخاب کر کے کامیاب حاصل کرو، ”فاظظر بذات الدین“ [صحیح بخاری: ۵۰۹۰] ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید وضاحت کی اور فرمایا کہ اگر تم نے حسن و جمال کو دیکھ کر شادی کی تو ممکن ہے کہ ان کا حسن انہیں ہلاک کرے اور اگر دولت کی وجہ سے نکاح کیا تو ممکن ہے کہ ان کی دولت انہیں مغفور کر دے، اس لیے دین کی بنیاد پر شادی کرو کہ ایک کالی کلوٹی دین دار باندی زیادہ بہتر ہے۔ [سنن ابن ماجہ: ۱۸۹] بعض روایتوں میں یہ مضمون آیا ہے کہ مال آنی جانی چیز ہے اور حسن ڈھل جانے والی شے ہے، اس لیے ان پر فریقہ نہ ہو، ایک روایت میں ارشاد ہے کہ: دنیا کا سب سے بہترین سامان نیک عورت ہے: ”حیثمتاع الدنیا المُرَأۃ الصالحة“ [صحیح

کہا جاتا ہے کہ انسان ایک سماجی حیوان ہے، رہتا ہے، کبھی جوانی کی دلیل پر قدم رکھنے کے بعد، اس کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے ہی جیسے لوگوں کے ساتھ زندگی گزارے، یہ بھی اس کی ایک ضرورت ہے، اگر انسان کے لیے یہ بات کافی ہوتی کہ اسے پیٹ بھرنے کے لیے غذا، پہنچ کے لیے کپڑے اور سرچھانے کے لیے کوئی چھت میسر ہو تو جیل سے بڑھ کر اس کے لیے آرام و سکون کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، قید کو انعام سمجھتے نہ کہ سزا، کہ یہاں کسی دوڑھوپ اور کدوکاوش کے بغیر اسے یہ ساری نعمتیں حاصل ہو رہی ہیں۔

لیکن جیل انسان کے لیے سزا کیوں ہے؟ اسی لیے نا، کہ وہ قید خانہ میں اپنے اہل تعلق سے کاث دیا جاتا ہے اور اپنے دوستوں سے بے تعلق کرکھا جاتا ہے، یہی چیز اسے ہر لمحے بے چین و بے قرار رکھتی ہے، انسان کے تعلق کا دائرہ بہت وسیع ہے: ”هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ“ [سورہ بقرة: ۱۸۷] یہ ایک ایسی اچھوتویں، الیبلی، خوبصورت اور معنی خیز تعبیر ہے کہ ازدواجی زندگی کے تعلق کو میاں یوں کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا ہے،

لیکن جیل انسان کے لیے سزا کیوں ہے؟ اسی لیے نا، کہ وہ قید خانہ میں اپنے اہل تعلق سے کاث دیا جاتا ہے اور اپنے دوستوں سے بے تعلق اس سے بہتر الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

لباس میں یوں تو مختلف چیزیں دیکھی جاتی ہیں، رنگ، ڈیزائن، بناوٹ، لیکن سب سے زیادہ موسموں کے لحاظ سے انسانی جسم کے ساتھ اس کی موافقت کو ملاحظہ کر جاتا ہے، گری کا موسم ہو تو سوتی شاگرد، شیخ، مرید سارے اہل تعلق ہیں جن کی جدائی آدمی کو تڑپاتی اور بے قرار رکھتی ہے، یہاں تک کہ وہ درود یوار اور رضا کیں بھی جس میں اس نے اپنا بچپن اور جوانی گزاری ہے اور جس سے اس کی بھولی بسری یادیں متعلق ہیں، لیکن ان تمام رشتتوں اور علاقوں میں ماں، باپ، بال بچے اور بیوی کی یاد انسان کو سب سے زیادہ بے قرار کرنے والی ہوتی ہے، ماں باپ کا سہارا بچپن میں حاصل

بھیجا، انہوں نے معدتر فرمادی، خوف تھا کہ کہیں دربار شاہی سے اس کے لیے اصرار ہو، انہیں نہوں ایک واقعہ پیش آیا کہ ان کے ایک ہونہار، لاٽ اور درس کے پابند شاگرد چند نہوں درس سے غیر حاضرہ کر پھر ایک دن حاضر ہوئے، استاذ نے غیر حاضری کا سبب پوچھا، شاگرد نے عرض کیا کہ ان کی بیوی کی وفات ہو گئی ہے، استاذ نے پوچھا: کہ تم نکاح کے لیے تیار ہو؟ شاگرد نے عرض کیا مجھے جیسے متاج شخص کو کون اپنی لڑکی دینا گوارا کرے گا؟ استاذ نے پوچھا کہ تم اس کے لیے تیار ہو یا نہیں؟ شاگرد نے رضامندی ظاہر کی، انہیں نادار اور محتاج لیکن لاٽ رعایت پروری اور مساویانہ سلوک کی وجہ سے "عمر ٹانی" کہا جاتا ہے، بنوامیہ میں ایسے انصاف پرور فرمانروایا کا پیدا ہونا غالباً اسی حسن انتخاب کا نتیجہ تھا۔

سعید بن الحمیب^(متوفی: ۱۰۰ھ) ایک بڑے حدیث اور فقیہ گزرے ہیں، ان کے علم و تفہیق پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے، اگر تابیج یا تبع تابیج (صحابی[ؓ] کو دیکھنے والا یا صحابی[ؓ] کو جس نے دیکھا ہوا سے دیکھنے والا) برادر است نسبت کرتے ہوئے کوئی بات نقل کرے تو اسے علم حدیث کی اصطلاح میں "حدیث مرسل" کہتے ہیں، اس میں اختلاف ہے کہ یہ حدیث معتبر ہو گی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ[ؓ] اور امام مالک[ؓ] اس کا اعتبار کرتے ہیں، امام شافعی[ؓ] اور امام احمد[ؓ] اس کا اعتبار نہیں کرتے، لیکن امام شافعی[ؓ] سعید بن الحمیب کی مرسل کو اس سے مستثنی کرتے ہیں اور معتر مانتے ہیں، اس سے ان کے علمی پایہ و مرتبت اور درجہ و مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سعید بن الحمیب کی ایک صاحبزادی بڑی ہی کی آواز گنجیں[ؓ] کی اور ان شاء اللہ پورا گھر جنت نشان فہیم، صاحب علم اور باکمال خاتون تھیں، بادشاہ وقت بن جائے گا، ورنہ یہ تو ممکن ہے کہ ظاہری اسباب آرائش گھر میں آجائیں لیکن دین رخصت ہو جائے

مسلم: ۷۱۳۷ء] دین دار اور شریف عورتوں کی موزوں مثالِ موسم کے نشیب و فراز میں کام آنے والے لباس کی سی ہے، کیونکہ تمام نیکیوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور تمام برائیوں کی اساس خدا سے بے خوبی ہے، جس شخص کے دل میں دین رائج نہ ہو اور جس کا سیند خدا کے خوف سے لبریز نہ ہو، اس کا معاملہ اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ بھی بہتر نہیں ہو سکتا، اس لیے ایک دین دار شوہر اور دین دار بیوی ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتے ہیں، بے دین شخص سے اس کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بنیاد پر رشتہ کے انتخاب کو ظفر مندی اور کامیابی کا باعث قرار دیا، کامیابی کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی، پس دنیا میں بھی کامیاب ازدواجی زندگی کا مدار دین دار اور خوش اخلاق رفیق حیات کے انتخاب پر ہے، میاں بیوی کی صالحیت اولاد پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور اس کے خاندان میں بھی علم اور دین داری کا سلسلہ جاری رہتا ہے، سیدنا حضرت عمر[ؓ] ایک بار شب میں مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے تاکہ لوگوں کی ضروریات اور احوال سے واقف ہو سکیں، گزرتے ہوئے ایک گھر کے سامنے آپ[ؓ] کے قدم رک گئے جہاں سے ایک ماں بیٹی کی گفتگو کی آواز آرہی تھی، ماں بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ وہ دودھ میں پانی ملا دے تاکہ دودھ کی مقدار بڑھ جائے، بیٹی نے کہا: ماں امیر المؤمنین نے اعلان کرایا ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے، ماں نے کہا: امیر المؤمنین تھوڑا ہی دیکھ رہے ہیں؟ بیٹی نے کہا: امیر المؤمنین نہیں دیکھ رہے تو کیا ہوا، اللہ تو دیکھ رہے ہیں، حضرت عمر[ؓ] نے اس مکان

ہماری مطبوعات

☆ عمده کاغذ ☆ بہترین طباعت ☆ خوبصورت سروق

130/-	مختارات (دوم)	۱۳
130/-	منتورات	۱۲
120/-	الادب العربي	۱۵
120/-	شرح شذور الذهب	۱۶
120/-	الفقه الامیر	۱۷
100/-	قطر الندى	۱۸
250/-	سوانح مولانا محمد يوسف	۱۹
150/-	تہذیب الاخلاق	۲۰
140/-	شذى العرف	۲۱
80/-	تذكرة مولانا فضل الرحمن کتب مرا آبادی	۲۲
80/-	مباحثت في علوم القرآن	۲۳
65/-	علم التصريف	۲۴
60/-	تمرین الحجوم	۲۵

نمبر شمار	اسمائے کتب	قیمت
۱	قصص انبیاء (اول)	40/-
۲	قصص انبیاء (دوم)	40/-
۳	قصص انبیاء (سوم)	50/-
۴	قصص انبیاء (چہارم)	50/-
۵	قصص انبیاء (پنجم)	65/-
۶	القراءة الراسخة (اول)	60/-
۷	القراءة الراسخة (دوم)	60/-
۸	القراءة الراسخة (سوم)	50/-
۹	معلم الانشاء (اول)	75/-
۱۰	معلم الانشاء (دوم)	80/-
۱۱	معلم الانشاء (سوم)	80/-
۱۲	مختارات (اول)	130/-

ملنے کے پتے:

9889378176	مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوة العلماء، لکھنؤ
8960997707	مکتبہ ندویہ، احاطہ دار العلوم ندوة العلماء، لکھنؤ
9415912042	مکتبہ اسلام، امین آباد، گوئن روڈ، لکھنؤ
9198621671	مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ
9936635816	مکتبہ الفرقان، نظیر آباد، لکھنؤ

ایک ضروری اعلان: بعض ناشرین کتب نے مجلس صحفت و نشریات کی کتابیں غیر قانونی طور پر طبع کر رہی ہیں، اس لیے قاترین سے گزارش ہے کہ جو کتابیں جملہ درست و غیر درست کتابیں درج بالا مکتبوں ہی سے خریدیں اور بذریعہ ڈاک بھی طلب کریں، مادر علمی دارالعلوم ندوہ العلماء لکھنؤ کے ساتھ آپ کا نہایت خلاصہ تعاون ہو گا۔

ناشر مجلس صحفت و نشریات

ٹیکوور مارگ، ندوة العلماء، لکھنؤ

گا، زندگی ایثار و محبت کے بجائے باہمی کدوڑت اور خود غرضی پرمنی ہو گی اور بوڑھے ماں باپ ایک بوجھ بن جائیں گے، اس کی مثالیں آج سماج میں کسی تلاش کے بغیر مل سکتی ہیں۔

آج کل اخبارات میں شادی کے اشتہارات پر نظر دوڑایئے اور رشتہوں کے سلسلہ میں خواہشات کو دیکھئے، لڑکی فیکلر اور بہت خوبصورت اور گوری ہوئی چاہیے، قد و قامت اتنے سے کم نہ ہو، لڑکا اسماڑ ہو، امریکہ، یوکے یا خلیج میں کام کرتا ہو، یا گورنمنٹ ملازم ہو، یا یہ کہ لڑکے کو باہر بھیجنے کا انتظام کیا جاسکتا ہے، غرض ماں و دولت اور حسن و مجال ہی معیار ہیں، باقی دین واری اور دین آگاہی تو اس پر کسی کی توجہ نہیں، یہ نہایت ہی تکلیف وہ صورت حال ہے اور دین کے بجائے کوئا کوئا نگاہ انتخاب بنانے کا خمیازہ خدا نہیں ہی بھگتا پڑتا ہے، اس کے نتیجہ میں مسلم سماج بے راہ روی کا شکار بنتا جا رہا ہے اور ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ بعض مسلمان لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ راہ فرار اختیار کرتی ہیں، چند ماہ پہلے ایک مقامی اخبار میں سروے آیا تھا کہ عدالت کے ذریعہ نکاح کرنے کے سفر فیصل واقعات مسلمان لڑکیوں کے پیش آئے ہیں، ظاہر ہے ان میں ایک اچھی خاصی تعداد میں مذہبی شادی کی ہوتی ہے، ایسے واقعات کا محرك جہاں اور بہت سی باتیں ہوتی ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جب غریب سے غریب لڑکا بھی صاحب ہڑوت کی تلاش کرنے لگتا ہے اور جب یہ چاہت کروٹ لینے لگتی ہے کہ ہماری بیوی پری اور حور سے کم نہ ہو، چاہے خود بندر اور لگور کیوں نہ ہو، آخر امت کی یہ لڑکیاں جو غریب اور کم خوبصورت ہوں، کہاں جائیں گی؟



اسلام کا اقتصادی نظام

مولانا سید عبداللہ حسینی ندوی

بڑے درجے اور باقی رہنے والی نعمت لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ کیا؟“ عرض کیا: جیسے ہم نمار پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں، ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن وہ صدقہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے، وہ غلام آزاد کرتے

ہیں ہم نہیں کر سکتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ تم آگے بڑھنے والوں کو پالا اور چیخھرہ جانے والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور بغیر تمہارے جیسا کیے کوئی تم سے افضل نہیں ہو سکتا“، عرض کیا فرمائیے، فرمایا: ”ہر نمار کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ، الحمد لله، اللہ اکابر پڑھ لیا کرو“، یہ سن کر وہ چلے گئے، اور کچھ دنوں کے بعد پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ مالدار بھائی بھی وہی کرنے لگے جو ہم کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ اللہ کا افضل ہے جس پر چاہتا ہے، کرتا ہے۔“ [بخاری و مسلم]

۳۔ جب اسلام نے مال کو سرمایہ زندگی تصور کیا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس سرمایہ زندگی کو اختیاط سے خرچ کیا جائے، اسراف و تبذیر سے بچایا جائے، اس کی جانب قرآن واضح طور پر اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ”إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ

كَانُوا إِنْحِوَانَ الشَّيَاطِينِ“ (بے شک فضول

خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں)۔

عبد الرحمن کے بارے میں ارشاد ہے: ”وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا مِمْ سِرِفُوا وَلَمْ يَقْنُطُوا“ وَكَانَ يَيْسَنَ ذَلِكَ قَوَاماً“ (اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بیجا اڑاتے ہیں اور نہ وہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ، ضرورت سے زیادہ نہ کم)۔ دوسرا جگہ ارشاد ہے:

”وَلَا تَبْسُطُهَا كُلَّ الْبُسْطِ فَقَعْدَ مَلُومًا“ (اور نہ بالکل ہی کھول دو کہ سب ہی

اسلام ایک ہمہ گیر، فطری اور لا فانی مذہب ہے، اس کا ہر حکم اپنی جگہ اہم اور ایک زریں شان مصروف سے ناواقف اور اس کی حقیقت سے نا آشنا ہیں بلکہ ان کے نزدیک وہ عیش کوشی اور ہرنا کردنی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

۴۔ قرآن مجید میں مال کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ بتلایا گیا ہے: ”وَأَتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَأْنُوكُمْ“ (اور دو ان کو اللہ کے مال سے جو اس نے تم کو دیا ہے)۔

اس سے یہ باور کر دیا کہ اس دنیا کی ہر چیز اس کی ہی ہے اگرچہ انسان کو دینے کے بعد ایک حد تک اس کو اس کا مال کہ بنا دیا گیا ہے کہ دوسرا بغیر اس کی اجازت کے اس میں صرف کا حق نہیں رکھتا مگر یہ حق اس کو بھی نہیں جس طرح چاہے کہاں اور جس طرح چاہے خرچ کرے، اس لیے اس کے لیے حقوق اور مصارف سے واقفیت ضروری اور لازمی ہے۔

۵۔ مال فی نفسہ کوئی خراب چیز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کے لیے کہیں خیر کا لفظ استعمال کیا ہے اور کہیں اس کو فضل سے یاد کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ”ذلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُوتَيُهُ مَنْ يَشَاءُ“، ”إِنَّهُ لِحُسْبَ السَّخِيرِ لَشَدِيدٌ“ (وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غریب مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: مالدار بڑے

”فَيَهَا وَأَكْسُرُهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا“ (اور بے عقولوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لیے سبب معيشت بنایا ہے، مت دو، (ہاں) اس میں سے ان کو کھلاتے اور پلاتے رہوا اور ان سے معقول باقیں کرتے رہو)۔

بغیر اس سرمایہ کے افرادی عمل ہو یا اجتماعی، انجام نہیں پاسکتا، جب اس کو سرمایہ زندگی قرار دیا

جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی جا چکی ہے تو جس طرح وہ اس پر ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے میں مبتلا ہوئے، تم بھی ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوششوں میں لگ جاؤ گے تو جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک و بر باد کیا، اسی طرح تم کو بھی ہلاک و بر باد کر دے گی۔

اسی لیے مال میں خیر کے پہلو کو باقی رکھنے کے لیے شریعت نے اپنے اوپر اور گھر والوں پر خرچ کرنے، پڑوسیوں کا خیال رکھنے، ہدیے، تخفیف بھیجنے، صیافت کرنے کی ترغیب دی اور زکوٰۃ کا ایک جامع نظام عطا فرمایا۔

انسان کا تعلق اس مادی دنیا سے بہت گہرا ہے، ایک طرف انسان میں روحانی قوت کا فرماء ہے تو دوسری طرف مادیت کی کشش بھی ہے، جب مادیت کی قوت بڑھتی ہے تو انسان افراط و تفریط کا شکار ہوتا ہے، مزاج میں تبدیلی آتی ہے، پھر انسان میں لاحق جرس، حد جیسے دوسرے مہلک امراض جنم لیتے ہیں، ان ہی مہلک امراض کو ختم کرنے کے لیے شریعت نے صدقہ اور زکوٰۃ کا نظام رکھا ہے، درحقیقت زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہیں برخلاف سود وغیرہ کے کہ اس سے مال میں وسعت اور برکت جاتی رہتی ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: **يَسْمَحُ اللَّهُ الرَّبُّ وَأَنْرِيْي الصَّدَقَاتِ** (خدا سود کونا بود یعنی بے برکت کرتا ہے اور خیرات کی برکت کو بڑھاتا ہے)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **جَبْ بَھِيْ كُوئيْ خُصْسْ پَا كِيزْه مَال سَصْدَقَهْ كَرْتَا** ہے اور اللہ تعالیٰ پا کیزہ مال میں قبول کرتا ہے، تو اس کو اپنے دامنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے اور وہ رحم کے ہاتھ میں ایسا بڑھتا ہے کہ پہاڑ سے بڑھ کر ہو جاتا ہے اگرچہ بھجوں کا گلزاری کیوں نہ ہو۔

ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ** (تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہیں)، اور حدیث شریف میں آتا ہے: **وَإِنْ لَكُلَّ أُمَّةٍ فِتْنَةٌ وَفِتْنَةٌ أُمْتِيَ الْمَالِ** (ہرامت کے لیے ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے دیکھ کر فرمایا: **كَعْبَةَ كَرِبَّةَ كَعْبَةَ كَرِبَّةَ** کے رب کی قسم وہ لوگ بہت ہی گھائٹے اور نقصان میں ہیں، **حَفْرَتُ الْبَوْذَرُ** فرماتے ہیں، میں آکر بیٹھ گیا مگر پھر تھوڑی دیر میں اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا: **يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آخر وہ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَهُزِيْدَه مَالٍ وَالْمَالِ** واملے ہیں، سوائے ان مالداروں کے جو اپنے مال کے آگے پیچھے، دائیں بائیں (کا بخیر میں) خرچ کریں، مگر ایسا کرنے والے بہت کم ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **كُوئيْ بَھِيْ اُمُّوْنَ،** گایوں اور بکریوں والا جوان کی زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ قیامت میں اس طرح ہو گا کہ سارے جانور بڑے موئے تازے ہوں گے اور اس کو اپنے گھروں سے روندیں گے اور اپنی سینگوں سے ماریں گے اور

یہ سلسلہ بر ایجادی رہے گا۔ [ترمذی] اور ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں نا حق تصرف کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہیں۔

کچھ دے ڈالا اور انجمام یہ ہو کہ ملامت زدہ اور مانندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

۵- انسان کی فطرت کو دیکھتے ہوئے مال کو اس کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے، ارشاد اللہ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ طَيَّابَاتِ مَا كَسَبُتُمْ وَمِمَّا أُخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ** (ممنونا! جو پا کیزہ اور عدمہ مال تم کھاتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لیے زین سے نکالتے ہیں، ان میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو)۔

اس طرح مال جب فی نفسہ خیر ہے تو اس کا استعمال بھی خیر ہی میں ہونا چاہیے، لیکن خیر کی راہیں قرآن و حدیث کے مطابق ہوں گے کیوں کہ خیر کا جانے والا اور اس کے بارے میں بتلانے والا صرف خدا ہی ہو سکتا ہے جس نے اپنے کلام میں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حدیث میں اس کی وضاحت کی ہے: - اسراف و تبذیر نہ ہو۔ ۲- ریا اور شہرت کے لیے نہ ہو، دوسرے یہ کہ اس کا حصول غلط را ہوں سے نہ ہو۔ ۳- سود اور رشتہ کا نہ ہو۔ ۴- جو اور لا اثری کا نہ ہو۔ ۵- کسی کا حق مار کر ظلمانہ ہو اور دوسرے ناجائز طریقوں سے نہ ہو، اس سے ایک انسان میں جو دوستی کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں بعد میں وہ اس کے ذریعہ انسانیت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو کر پورے انسانی کنہ کے لیے ابر رحمت بن جاتا ہے۔

اسی بیان پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں **مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ** (جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہیں، اور **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ** (اے اللہ! میں فقر و تنگستی سے پناہ چاہتا ہوں) کہا، لیکن اگر وہ اس کے حقوق میں نا آشنا رہتا ہے اور جائز و ناجائز کی پرواہ کیے بغیر مال و دولت سمینے کی فکر میں لگا رہتا

والے، ترقی پسندی کا دم بھرنے والے اور غیر فطری اشتراکیت کا علم اٹھانے والے خود ہی کیوں زم کے لاشے بے جان کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے دولت کو انجام دے بچالیا اور سرمایہ دارانہ نظام کی دو گز میں کی تلاش میں سرگردان ہیں۔ آج بھی اگر کوئی اقتصادی اور رفاقتی نظام دنیا کو صحیح اقتصادی خوشحالی کی طرف گامزد کر سکتا ہے تو کیوں نے غراء و مساکین کی دیکھ بھال، اس سے قلمی لگاؤ اور محبت کا خوب ڈھنڈو را پیٹا، لیکن دنیا وہ صرف اسلامی اقتصادی نظام ہے جس میں اللہ اور جانتی ہے کہ اس کا کیا نتیجہ لکلا، جن ملکوں نے اس کے نظام کو زبردستی رائج کیا، وہاں کا انسان لقمہ لقدمہ ترقی و کامرانی ہے اور فطری انسانی مساوات ہے۔

☆☆☆☆

فائدہ اٹھا سکے، روشنی، پانی، ہوا وغیرہ، اس کے علاوہ سونا، چاندی وغیرہ کے سلسلہ میں بھی قانون و راست اور دوسرے حقوق بیان کر کے اس مادی دو گز میں کی تلاش میں سرگردان ہیں۔ مضرت رسانی سے پورے معاشرہ کو محفوظ کر لیا، کیوں نے غراء و مساکین کی دیکھ بھال، اس جانتی ہے کہ اس کا کیا نتیجہ لکلا، جن ملکوں نے اس کے نظام کو زبردستی رائج کیا، وہاں کا انسان لقمہ لقدمہ کو ترس گیا، آخر کار اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنے

زکوٰۃ نکالنے والے میں لاچ، حرص، طمع اور ان جیسے دوسرے مہلک امراء کم پائے جاتے ہیں، ناجائز مال کی خواہش نہیں ہوتی ہے: ”وَمَنْ يُوقِّعْ شَيْخَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (اور جو شخص طبیعت کے مغل سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں)، اس کے برخلاف سود، رشوت وغیرہ میں حرص انہائی درجہ کا ہوتا ہے، مال کو سینت سینت کر کھنے اور اس میں برابر اضافہ کرتے رہنے کا شوق حد سے زیادہ پایا جاتا ہے، اپنی خاطر دوسروں کی زندگی کو آگ میں جھوکناتا ہے، جو حقیقت میں مدد کے مستحق ہوتے ہیں ان ہی کے مال کو ہڑپ کیا جاتا ہے، ان کے خون سے اپنی پیاس بچائی جاتی ہے، گندامال ماچس کی تیلی ہے اگر اس کے مسالہ کو کھرچ دیا جائے تو کسی طرح کا خوف و خطرہ باقی نہیں رہتا، اسی طرح زکوٰۃ کے عمل سے آتش گیر مادہ کو نکال دیا جاتا ہے، یہ طریقہ صرف اسلام کا بتالیا ہوا اور اس کا رائج کردہ طریقہ ہے، اس طریقہ سے معیشت سے اس سرمایہ داری کی جڑ کٹ جاتی ہے جس نے غربیوں کی لاشوں پر اپنی بلند و بالا عمر تیز تغیریں کیں اور ان کا خون چوں کر اپنے بیٹکوں کی تجویاں بھریں، آج بھی ان بے گور و کفن فقیروں اور مسکینوں کے بل پر دادعیش دیتے ہیں، اس بے راہ رو طریقہ کی خطرناکی سے قرآن مجید نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا: ”كَيْ لَا يَكُونَ ذُؤْلَةً بَيْنَ الْأَعْنَيَاءِ مِنْكُمْ“ (تاکہ وہ (مال) مالداروں کے تبغض میں نہ آجائے، یا مالداروں اور تو نگروں میں گردش کرنے والی دولت نہ بن جائے)۔

مادیت کے اس سیالب میں انسان کو جس چیز کی حصتی زیادہ ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے وہ چیز اتنی زیادہ وقف عام کر دی تاکہ ہر انسان اس سے

☆ مولانا عزیز الرحمن ندوی سابق استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا طویل علاالت کے بعد ۳۰ اگست ۱۹۷۴ء یقudedہ ۲۰۱۶ء مطابق ۳ ستمبر ۲۰۲۱ء کو بعد نماز عصر پنے وطن سیوان، بہار میں انتقال ہو گیا، انانش وانا الیہ راجعون۔ جنازہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے دو ساتزہ (مولانا ساجد علی ندوی، مولانا عبد الرحیم ندوی) شریک ہوئے، اور مولانا عبد الرحیم ندوی نے ہی نماز پڑھائی، جنازہ و تدفین میں ندوی فضلاء، اہل تعزیز اور عوام کی بڑی تعداد شریک تھی، جو عند اللہ ان کے لیے مقبولیت کی دلیل ہے۔

مولانا مرحوم نے برسوں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تدریسی خدمات انجام دیں، اور رواق اطہر کے نگریں بھی رہے، وہ بڑے ملمسار، خلیق، متواضع، شریف النفس اور محنتی فرد تھے، کئی برس قبل علاالت کی وجہ سے اپنے وطن سیوان منتقل ہو گئے تھے، انہوں نے بیماری کا طویل زمانہ صبر و رضا کے ساتھ وہیں گزارا، پسمندگان میں الہمیہ، ایک بیٹی، دادا، ایک نواسی اور دنوں سے ہیں۔

☆ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے نکلنے والا انگریزی ماہنامہ ”دی فریگرینس آف ایسٹ“ کے ایڈیٹر جناب شارق علوی کی الہمیہ محترمہ بیگم روشن علوی (نواسی شفقاء الملک حکیم عبد الحمید مرحوم) کا طویل علاالت کے بعد ۲۳ مئی ۱۹۷۴ء مطابق ۲۰۱۶ء ہفتہ کو انتقال ہو گیا، انانش وانا الیہ راجعون، نماز جنازہ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا عبد الرحمن ندوی نے پڑھائی۔ مرحوم نے دینی اور عصری تعلیم حاصل کی، اور ایک مدت تک کالج میں لکچر رہیں، ۱۹۵۸ء میں ریاضت رڑھونے کے بعد علی گنگ لکھنؤ کے پور تحلہ مسجد میں ایک مدرسہ قائم کیا، جس میں انہوں نے بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کا مفت انتظام کیا۔

نا ظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی را ظلہ، جناب مولانا سید محمد واصح رشید حسنی ندوی نے جناب شاہد حسین کے ہمرا مرحومہ کے گھر جا کر ان کے پسمندگان سے تعریف کی۔

☆ محمد ارشد خادم دفتر پندرہ روزہ ”تغیریات“ کے جو اسال ماموں زاد بھائی عبد اللہ کا ۲۲ اگست ۲۰۱۶ء کا طویل علاالت کے بعد انتقال ہو گیا، انانش وانا الیہ راجعون۔

اللہ رب العزت مرحومین و مرحمات کی مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے، آمین۔

فکر و نظر

ادراک کی غلطی اور اُس کا علاج

مولانا سید بلاں عبدالحی حسینی ندوی

کی مختلف شکلیں سامنے آتی ہیں، مشہور ہے کہ ایک ہاتھی انہوں کی بستی میں چلا گیا، کسی کا ہاتھ اس کی دم پر پڑا، کسی کا سونڈپر، کسی نے پیٹھوں کر دیکھے تو کسی کے ہاتھ اس کے کان پر پڑے، بعد میں جب مل کر بیٹھے تو کسی نے اس کوئی کی طرح بتایا، کسی نے ستون سے تشبیہ دی، کان پر جس کے ہاتھ پڑے تھاں نے اصرار کیا کہ وہ تو باکل سوپ کی طرح تھا۔

یہ ایک لطیفہ ہے لیکن اس میں اپنے تصور و خیال ہے، اندرونی کیفیات سے بھی آدمی متاثر ہوتا ہے، پا صرار کرنے والوں کے لیے بڑی عبرت ہے، ظاہری طور پر زاویہ نگاہ کے بدلنے سے تو اثر پڑتا ہی ہے، اندر وہی نگاہیں کیے گئے ہیں، وہ قیامت تک کے لیے روشنی میں متعین کیے گئے ہیں، وہ قیامت تک کے لیے ہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، ان میں ہر دور اور ہر جگہ کے انسانوں کے لیے نشان منزل ہے، لیکن یہ زمانے کے تغیرات ہوں یا مکانی فاصلے ہوں، ہر چیزان پر اڑاؤتی رہی ہے، البتہ اس کے جو پیانے وہی الہی کی نقش کا حساب ہو، وہ اپنی غلطی کا ادراک کر سکتا ہے، اور اس کے اعتراض کی طاقت بھی اپنے اندر پاتا ہو، یقیناً ہے تو اچھائیاں بھی برائیاں لگنے لگتی ہیں۔

ذاتی تجربات و محسوسات کو بالکل بیقینی اور قطعی سمجھنے والوں نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں اور بعض مرتبہ پوری پوری قوم اس کے نتیجہ میں تباہی کا شکار ہوتی ہے، اسباب و وسائل کی حد تک ان تجربات پر بھروسہ کرنے میں حرج نہیں ہے، یہ ایک ضرورت ہے لیکن مقاصد میں ان پر تکمیل کر لیتا اور ہر چیز کو اسی کی روشنی میں جا چلتا، آدمی کو گراہی کے درست پر بھی لے جاسکتا ہے۔

بھی کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی یہی صورت پیش آ جاتی ہے، کسی چیز کو دیکھ کر یا کوئی بات سن کر ضرورت سے زیادہ خوشگانی پیدا ہو جاتی ہے، ہر چھکتی ہوئی چیزوں انہیں ہوتی، اس سے بڑھ کر بدگمانی کے نتائج سخت ہیں، اچاک دیکھ کر کسی کے بارے میں بھی بعض مرتبہ غلط رائے قائم کر لی جاتی ہے، اس کے اسباب و محکمات پر آدمی کی نگاہ نہیں ہوتی۔

ایک صحابی مال زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے ایک قبیلہ میں تشریف لے گئے جب قبیلہ والوں کو ان کی

نہیں اترتی تو اس کو اپنی کی کا احساس نہیں ہو پاتا، بلکہ وہ اس حکم شرعی میں کی تلاش کرتا ہے، اس کو اپنے مفرود حصہ پیانوں کی بے اعتدالیاں نظر نہیں آتیں، وہ شریعت پر زمانہ کا ساتھ نہ دیئے کا الزام لگاتا ہے۔ حسن و قبح کے پیانے ہمیشہ بدلتے رہے ہیں، زمانے کے تغیرات ہوں یا مکانی فاصلے ہوں، ہر چیزان پر اڑاؤتی رہی ہے، البتہ اس کے جو پیانے وہی الہی کی روشنی میں متعین کیے گئے ہیں، وہ قیامت تک کے لیے ہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، ان میں ہر دور اور ہر جگہ کے انسانوں کے لیے نشان منزل ہے، لیکن یہ چیز کا استثناء نہیں کیا جاسکتا، کوئی چیز بھی حواس کے دائِ راستے کے باوجود تینیں نہیں کہی جاسکتی، جو چیز تینیں میں آنے کے باوجود تینیں نہیں کہی جاسکتی، جو چیز تینیں ہے اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے، وہ صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے ”وہی الہی“ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور سب سے بڑھ کر ان کے خاتم سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی فرماتے ہیں، وہ ہر طرح کے شبہ سے بالاتر ہے، وہر سے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات فرماؤش ہو جیکیں، ان کے مانند والوں نے سب کچھ بھلا دیا، لیکن آخرحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پورا نقشہ آج بھی موجود ہے، آپؐ کی تعلیمات وہیلیات قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے چشمہ ہدایت اور سرمہ بصیرت ہیں۔

موجودہ دور میں ایک مرض یہ بھی پیدا ہو گیا ہے کہ ان آسمانی ہدایات و تعلیمات کو انسان محسوس کے چوکھوں میں پڑ جاتا ہے، پھر اس کو اپنی غلطی کا حساب ہونے لگتا ہے، کبھی کبھی زاویہ نگاہ کا فرق ہوتا ہے، ایک چیز کو آدمی جب الگ الگ زاویوں سے دیکھتا ہے تو اس ہدایت اس کی دانست میں ان چوکھوں میں پوری

برائے مطالعہ

بقلم: مولانا بلاں عبدالحی حسنی ندوی

اسلامی عقائد-قرآن و سنت کی روشنی میں

صفحات: 152 قیمت: 70 روپے

اسوہ رحمت ﷺ

صفحات: 104 قیمت: 40 روپے

اصلاح معاشرہ (سورہ حجرات کی روشنی میں)

صفحات: 152 قیمت: 80 روپے

حدیث کی روشنی

صفحات: 94 قیمت: 40 روپے

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی

صفحات: 384 قیمت: 240 روپے (مجلد)

سوانح مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

صفحات: 552 قیمت: 300 روپے

صاحب سنته اور ان کے مصنفوں

صفحات: 144 قیمت: 80 روپے

رابطہ: سید احمد شعید اکیڈمی، دار عرفات

تکمیل کلاں رائے بریلی موبائل: 991933129

علمی، فکری و تحقیقی پیش کش

شیعیت-تحلیل و تجزیہ

تألیف: محمد نفیس خاں ندوی

شیعوں کی تاریخ ان کے عقائد و نظریات اور منہجی رسومات کی تفصیلات نیز اسلام و اہل اسلام

پرشیعوں کے اعتراضات اور ان کے علمی و تحقیقی جوابات۔

صفحات: ۳۳۶ قیمت: ۲۰۰ روپے

ناشر: ادارہ اشاعت حق-لکھنؤ

استاکسٹ: ابرہیم بک ڈپو، رائے بریلی: 9919331295

آمد کی خبر ہوئی تو وہ مال زکوٰۃ کے ساتھ مصلح ہو کر اپنے علاقے سے ان کے استقبال کے لیے باہر نکل آئے، بعض لوگوں نے جب قبیلہ کے اہم لوگوں کو مسلح اس حال میں دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ وہ زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے، اسی لیے وہ مقابلہ کرنے باہر نکلے ہیں، صحابیؓوں کی ان لوگوں نے اس کی اطلاع دی اور کہا کہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کو مسلح دیکھ کر آئے ہیں، وہ صحابیؓ فوراً واپس ہوئے اور رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کو پسند نہیں فرمایا اور تحقیق کا حکم دیا، اسی اثناء میں وہ لوگ مال زکوٰۃ لے کر حاضر خدمت ہو گئے تو عقدہ کھلا، اگر ان دیکھنے والوں کی رائے پر عمل ہو جاتا تو کتنے نقصان کا اندر یہ تھا۔

نگاہ کی غلطی کہیں سے کہیں پہنچادیتی ہے، اور یہی حال دوسرے حواس کا بھی ہے، انسان جن چیزوں کو اپنے حواس سے محسوس کرتا ہے، ان کے بارے میں فوری طور پر ایک رائے قائم کر لیتا ہے اور پھر اصرار کرتا ہے جس کے نتیجے میں کبھی خود بھی ٹھوکر کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کے نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں، ان نقصانات کا دائرہ بھی اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ بعد میں ان کا ازالہ بھی آسان نہیں ہوتا ہے۔

منظنوں (گمانوں) کو اسی کے درجہ میں رکھا جائے، ان کو قطعیات (یقین) کی شکل نہیں جائے، قطعی اور یقین صرف وحی الہی اور ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کسی مرحلہ میں اگر ہمارے احساسات اس کو دل و دماغ تک منتقل کرنے میں بھی عذر کریں تو یہ ان ظنی احساسات کی غلطی ہے، تعلیمات نبویؐ کی قطعیت اور حقانیت اپنی جگہ مسلم ہے، معدہ کی خرابی سے اگر غذا ہضم نہیں ہو رہی ہے تو معدہ کے علاج کی ضرورت ہے، غذا اگر چھوٹو ہو گئی تو سوائے ہلاکت کے اور کچھ ہاتھ آنے والا نہیں۔



نشان راہ

خدا سن کبھی اڑائی مول نہ لینا

مصر کے گورنر مالک بن اشتہر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحت

ترجمہ: سید بہزاد شاہ

کبھی بیچنے بگھارنا، غصہ آتے ہی دوڑنہ پڑنا بلکہ جہاں
ممکن ہو غصے سے بچنا اور غصے کو پی جانا، خبردار عایا سے
کبھی نہ کہنا کہ میں تھہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں اور اب میں
ہی سب کچھ ہوں، سب کو میری فرمانبرداری کرنی
چاہیے، اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے، دین
میں کمزوری اور بر بادی کے لیے بلا وہ آتا ہے، اگر
حکومت کی وجہ سے غرور پیدا ہونے لگے تو سب سے
بڑے بادشاہ خدا کی طرف دیکھنا جو تمہارے اوپر ہے اور تم
پروہ قدرت رکھتا ہے جو تم خود اپنے آپ پر نہیں رکھتے،
ایسا کرو گے تو بخس کی طغیانی کم ہو جائے گی، حدت
گھٹ جائے گی، بھکی ہوئی روح لوٹ آئے گی۔

خبردار! خدا کے ساتھ اس کی عظمت میں بازی نہ
لگانا اس کی جبوت میں تھبہ اختیار نہ کرنا، کیونکہ خدا
جباروں کو ذلیل کر دالتا اور مغروروں کو نیچا کھادیتا ہے،
اپنی ذات کے معاملے میں، اپنے خاص عزیزوں کے
معاملے میں جنہیں تم اپنی رعایا میں سے چاہتے ہو،
خدا سے بھی انصاف کرنا اور خدا کے بندوں سے بھی
النصاف کرنا، یہ نہ کرو گے تو ظلم کرنے لگو گے، یاد رکھو
جو لوئی خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو خدا خود اپنے
مظلوم بندوں کی طرف ظالم کا حریف بن جاتا ہے اور
معلوم ہو کہ خدا جس کا حریف بن جائے اس کی جست
باطل ہو جاتی ہے، وہ خدا سے لڑائی ٹھانے کا مجرم ہوتا
ہے، یہاں تک کہ بازار جائے اور توہہ کرے۔

خدا کی نعمت کو اس سے بڑھ کر بدلنے والی اور
خدا کی عقوبات کو اس سے زیادہ پلانے والی کوئی چیز
نہیں کہ آدمی ظلم کو اختیار کر لے، یاد رہے خدا
مظلوموں کی سنتا اور ظالموں کی تاک میں رہتا ہے،
وہ سب اسباب دور کر دینا، جو لوگوں میں بغض و کینہ
پیدا کرتے ہیں، عداوت و غیبت کی ہر رسی کاٹ
ڈالنا، خبردار چغل خور کی بات ماننے میں جلدی نہ کرنا
کیونکہ چغل خور دغا باز ہوتا ہے، اگر چہ خیر خواہ کا

یہ ہے وہ نصیحت ہے، جس کا حکم دیا اللہ کے
بندے علیٰ امیر المؤمنین نے مالک بن الحارث اشتہر کو
زبان پر سے اس کے لیے جاری کر دیتا ہے، الہذا تیرا
دل پسند ذخیرہ عمل صالح کا ذخیرہ ہو، یہ ذخیرہ اسی
طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ تجھے اپنی خواہشوں پر قابو
حاصل ہو، جو چیز حالاں نہیں ہے اس کے لیے تیرا دل
کتنا ہی مچلے اپنے آپ کو اس سے دور رکھ۔

یہ بھی جان لو کہ محبوبات و کروہات میں نفس کی
مخالفت کرنا ہی نفس سے انصاف کرنا ہے، اپنے دل
میں رعایا کے لیے رحم، محبت، الفت پیدا کرنا، خبردار عایا
کے حق میں پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جانا کہ اسے
لقمہ بنا دالے ہی میں تجھے اپنی کامیابی و کھلائی دے۔
رعایات میں دو قسم کے آدمی ہوں گے،
تمہارے دینی بھائی یا مخلوق خدا ہونے کے لحاظ سے
تمہارے جیسے آدمی، لوگوں سے غلطیاں تو ہوتی ہی
ہیں، جان بوجھ کریا بھولے چوکے سے ٹھوکریں
کھاتے ہی رہتے ہیں، تم اپنے عفو و کرم کا دامن خطا
کاروں کے لیے اس طرح پھیلا دینا، جس طرح
تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کے لیے اپنا
دامن عفو و کرم پھیلا دے، کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے
افسر ہو، خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر
حاکم ہے، خلیفہ نے تمہیں گورنر بنایا ہے اور مصر کی
حکومت کو بھی اسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تو
اگلے حاکموں کی حکومتوں کو دیکھتا رہا ہے اور تیرے
حق میں وہی کہا جائے گا جو تو ان حاکموں کے لیے خدا

خدا سے لڑائی نہ مول لینا کیونکہ آدمی کے لیے خدا
سے کوئی بچاؤ نہیں، خدا کے عفو و محبت سے تم کبھی بھی
میں کہا کرنا تھا، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ نیک آدمی
بے نیاز نہیں ہو سکتے، عفو پر بھی نادمنہ ہونا، سزا دینے پر

تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مقبول ہوں جو زیادہ بے داغ ہے، جو ہمت و شجاعت، جود و سخا سے آ راستہ ہیں، شرافت اور نیکی ایسے ہی لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے، ان فوجیوں کے معاملات کی ویسی ہی فکر کرنا جیسی والدین کو اولاد کی ہوتی ہے، ان کی تقویت اور درستی حال کے لیے جو بھی بن پڑے کرتے رہنا اور جو کچھ کرو سے بہت نسبت ہے۔

اپنے کم سے کم لطف و احسان کو بھی معمولی نہ سمجھنا کیونکہ اس سے ان کی خیر خواہی بڑھے گی اور حسن ظن میں اضافہ ہوگا، ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ ضرورتوں سے بھی بے پرواںی اس بھروسے پر نہ کرنا کہ بڑی ضرورتوں کا خیال کر رہے ہو کیونکہ تمہاری معمولی رعایت بھی ان کے لیے نعمت ہوگی اور بڑی ضرورتوں میں سراسر تمہارے لطف و کرم کے ہمیشہ محتاج رہیں گے، وہی فوجی سردار تمہارے سب سے زیادہ مقرب ہوں جو فوجیوں کی سب سے زیادہ مد کرتے ہوں، اپنے ہاتھ کی دولت سے سپاہیوں کو ان کی ضرورتوں اور بالبچوں کی فکروں سے آزاد کرتے ہوں تاکہ ساری فوج ایک دل ہو جائے اور اس کے سامنے بس ایک ہی خیال رہے، وہن سے جنگ فوج کے سرداروں پر تمہاری توجہ فوجیوں کے دلوں کو تمہاری طرف متوجہ کر دے گی۔

حاکم کی آنکھ کی شنڈک کس چیز میں ہوئی چاہیے، اس میں کہ خود انصاف قائم کرے اور رعایا دیکھو اپنی فوج کے سلسلہ میں ہوشیاری سے ظاہر نہیں ہوتی جب تک اس کے دل سلیم نہ ہوں اور رعایا کی خیر خواہی صحیح نہیں ہوتی جب تک اسے حاکم سے پچی محبت نہ ہو، اس کی حکومت کو بوجھ اور اس کے زوال میں دیر کو وبال نہ سمجھتی ہو، ہر آدمی کے کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں، زبردستوں پر سخت کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کرنا، انعام دینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو، خاندانی ہونے کی وجہ سے کسی کے معمولی کام کو بڑھا چڑھانہ دینا، اسی کا حسب نسب اور خاندان اچھا ہے، جن کا ماضی طرح ادنیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے کسی کے بڑے

تجھیل کو شریک نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں احسان کرنے سے روکے گا اور فقر سے ڈرانے گا۔

بزرگی کو بھی صلاح میں شریک نہ کرنا کیونکہ مہمات میں تمہاری بہت کمزور کردے گا، حریص کو بھی شریک نہ کرنا کیونکہ ظلم کی راہ سے دولت سمینے کی ترغیب دے گا، یاد رکھو جگ، بزرگی اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں، مگر ان کی بنیاد خدا سے سوء ظن پر ہے، بدترین وزیر وہ ہے جو شریوں کی طرف داری کرے اور گناہوں میں ان کا سامنہ جھی ہو، ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بنتا کیونکہ اس قسم کے لوگ گناہگاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھ ہوتے ہیں، ان کی جگہ تمہیں ایسے آدمی مل جائیں گے جو عقل و تدبیر میں ان کے برابر ہوں گے گناہوں سے ان کی طرح لدے نہ ہوں گے۔

نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہوگی نہ کسی گناہگار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہوگا، یہ لوگ تمہیں کم تکلیف دیں گے، تمہارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے، تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور غیر سے اپنے سب رشتے کاٹ لیں گے، ایسے ہی لوگوں کو جی سختیوں اور عام درباروں میں اپنا مصاحب بنانا، تمہاری مجلس سے سب سے زیادہ دور اور تمہاری نگاہ میں سب سے زیادہ مکروہ وہ شخص ہونا چاہیے جو لوگوں کے عیب ڈھونڈا کرتا ہے، لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں، یہ کام حاکم کا ہے کہ ان کے عیب ڈھکے، جلد دار اچھے ہوئے عیبوں کی کریدنہ کرنا، تمہارا منصب بس یہ ہے کہ جو عیب چھپے ہوئے ہیں، ان کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دو، حقیقی المقدور لوگوں کو ڈھکے کوڈھکا ہی رہنے دینا، ایسا کرو گے تو خدا بھی تمہارے وہ عیب ڈھکے رہنے دیگا، جو تم رعایا سے چھپانا چاہتے ہو۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ خاص الخاص لوگوں میں وہی

بلکہ وہاں جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے، تاجر اور اہل حرفہ امن پسند لوگ ہوتے ہیں، ان سے شورش و بغاوت کا اندر یہ نہیں ہوتا، اس پر بھی ضروری ہے کہ پاچیخ تخت میں بھی اور اطراف ملک میں بھی ان پر نگاہ رکھی جائے کیونکہ ان میں سے اکثر بڑے تنگ دل بڑے بخیل ہوتے ہیں، اجارہ داری سے کام لیتے اور لین دین میں کملی ڈال کر لوٹ لیتا چاہتے ہیں۔

اجارہ داری کی قطعی ممانعت کر دینا کیونکہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا ہے لیکن ہاں

خرید و فروخت خوش دلی سے ہو، وزن بڑے ٹھیک

رہیں، نرخ مقرر ہوں، نہ بینے والا گھاٹے میں

رہے، نہ مول لینے والا موٹا جائے اور ممانعت پر

بھی اسے عبرت انگیز سزا دی جائے، پھر اللہ اللہ،

ادنی طبقے کے معاملے میں یہ لوگ وہ ہیں جن کا کوئی

سہارا نہیں، فقیر، مسکین، محاج، فلاش، اپان، ان

میں ایسے بھی ہیں جو ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ایسے بھی

ہیں جو ہاتھ نہیں پھیلاتے گرخو صورت حال ہیں۔

ان لوگوں کو بارے میں جو فرض خدا نے تمہیں

سوپا ہے اس پر نگاہ رکھنا، استلف نہ ہونے دینا،

بیت المال میں ایک حصہ ان کے لیے خاص کر دینا

اور اسلام کی جہاں جو جائز امور موجود ہے اس کی آمدنی

میں ان کا بھی حصہ رکھنا، ان میں سے کون دور، کون

زندگیکر ہے، یہ نہ دیکھنا، دور زندگیکر سب کا حق برابر

ہے اور ہر ایک کے حق کی ذمہ داری تمارے سر ڈال

دی گئی ہے، دکھو دولت کا نشتمانیں ان بے چاروں

سے غافل نہ کر دے، اگر تم نے اس بارے میں اہم و

اکثر کو پورا کر دیا تو بھی اس وجہ سے تمہاری غفلت بھی

معاف نہ کی جائے کی، الہذا ان کے ساتھ تکبر سے

پیش نہ آنا اور اپنی توجہ سے انہیں محروم نہ کرنا۔

سمندروں، دریاؤں اور پہاڑوں کو پار کر کے

ضروریات زندگی مہیا کرتے ہیں، ایسی ایسی جگہوں

سے مال ڈھولاتے ہیں، جہاں اور لوگ نہیں پہنچتے

نہیں سکتے، انہیں نگاہیں ٹھکراتی ہیں اور لوگ ان سے

اور دین کے نام پر دنیا کیا کرتے تھے۔

عمل حکومت کے معاملات پر بھی تمہیں نظر رکھنا ہو گی، جسے مقرر کرنا احتیاناً مقرر کرنا، رورعایت سے یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہ دینا کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم و خیانت کے روایے کھل جاتے ہیں، اچھے گھر انوں اور سابقین میں اسلام کی خدمت گزاروں میں تجربہ کار اور باحیا لوگوں ہی کو منتخب کرنا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں، اپنی آبرو کا خیال رکھتے، طمع کی طرف کم جھکتے اور انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔

عہدہ داروں کو بہت اچھی تجوہ ایں دینا، اس سے یہ لوگ اپنی حالت درست کر سکیں گے اور

حکومت کے اس مال سے بے نیاز ہیں گے جو ان کے ہاتھ میں ہوگا، اس پر بھی حکم عدوی کریں یا مالانہ میں خلل ڈالیں تو تمہارے پاس ان پر جوحت ہو گی مگر ضروری ہے کہ ان کاموں کی جانچ پر ہتھ کرتے رہنا، نیک لوگوں کو بخوبی بنا کر ان پر چھوڑ دینا، یہ اس لیے کہ جب انہیں معلوم ہو گا کہ خیفی گرانی بھی ہو رہی ہے تو مالانہ داری اور رعایا سے مہر بانی میں اور زیادہ چحت ہو جاتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلے میں بے باک اور بے لگ ہوں، یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہوں، نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو گرا لیے لوگ کم ہوتے ہیں۔

تمہارا فرض ہے کہ اپنے تقاضوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو، کھلے دل سے انہیں معاوضہ دوتا کے ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، اپنے دربار میں انہیں ایسا لوگ ملک کی دولت بڑھاتے اور دور دور سے سامان لاتے ہیں، خسکیوں، تریوں، میدانوں، ریگستانوں،

مقاصوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہیے،

اس بارے میں پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا جو اپنی خواہشوں پر چلتے

کارنامہ کی بے قدری نہ کرنے لگنا۔

مشتبہ معاملات پیش آئیں اور تمہاری بصیرت علم ساتھ نہ دے تو انہیں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانا کیونکہ خدا مسلمانوں کی ہدایت کے لیے فرماتا ہے، اللہ کی طرف معاملے کو لوٹانا یہ ہے کہ کتابِ محکم اور نص صریح کی طرف لوٹا یا جائے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانا یہ ہے کہ جامع سنت نبوی گولیا جائے نہ کہ اسے جس میں اختلاف پڑ گیا ہے۔

پھر ملک میں انصاف کے لیے اپسے لوگوں کا انتخاب کرنا جو تمہاری نظر میں سب سے افضل ہوں، اپنی غلطی ہجوم معاملات سے تنگ دل نہ ہوتے ہوں، اپنی غلطی پر اڑے رہنا ہی ٹھیک نہ سمجھتے ہوں اور حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد باطل سے چھٹے نہ رہتے ہوں، اپنے فیصلوں پر غور کرنے کے عادی ہوں، فیصلے کے وقت شکوہ و شبہات پر رکنے والے ہوں، صرف دلائل کو اہمیت دیتے ہوں، مدغی اور مدعای علیہ سے بحث میں اکتمانہ جاتے ہوں، واقعات کی تہہ تک پہنچنے سے جی نہ چراتے ہوں اور حقیقت کھل جانے پر اپنے فیصلے میں بے باک اور بے لگ ہوں، یہ ایسے لوگ ہوں جنہیں نہ تعریف بے خود کر دیتی ہوں، نہ چاپلوسی ہی مائل کر سکتی ہو گرا لیے لوگ کم ہوتے ہیں۔

تمہارا فرض ہے کہ اپنے تقاضوں کے فیصلوں کی جانچ کرتے رہو، کھلے دل سے انہیں معاوضہ دوتا کے ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور کسی کے سامنے انہیں ہاتھ نہ پھیلانا پڑے، اپنے دربار میں انہیں ایسا درجہ دو کہ تمہارے مصاحب اور درباری کو ان پر دباؤ ڈالنے یا انہیں نقصان پہنچانے کی بہت نہ ہو سکے، مقاصوں کو ہر قسم کے خوف سے بالکل آزاد ہونا چاہیے، اس بارے میں پوری توجہ سے کام لینا کیونکہ دین اشرار کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا جو اپنی خواہشوں پر چلتے

دار کو جا گیرند دینا، ایسا کرو گے تو یہ لوگ رعایا پر ظلم کریں گے، خود فائدہ اٹھائیں گے اور دنیا و آخرت میں مخلوق خدا کی بدگوئی تمہارے سر پڑے گی۔ حق کسی کے خلاف پڑے اس پر حق ضرور نافذ کرنا چاہیے، چاہے تمہارا عزیز قریب ہو یا غیر، اس بارے میں تمہیں مضبوط اور ثواب خداوندی کا آرزو مند رہنا ہوگا، حق کا وار، خود تمہارے رشتہ داروں اور عزیز ترین مصاحبوں ہی پر کیوں نہ پڑے تمہیں خوشی سے یہ گوارا کرنا ہوگا، بے شک تم بھی آدمی ہو اور تمہیں اس سے کوفت ہو سکتی ہے، لیکن تمہاری نگاہ ہمیشہ نتیجہ پر ٹوٹی چاہیے، یقین کرو نتیجہ تمہارے حق میں اچھا ہی ہوگا اور دیکھو جب شُن ان ایسی صلح کی طرف بلاعے جس میں خدا کی رضامندی ہو، تو انکار نہ کرنا کیونکہ صلح میں تمہاری فوج کے لیے آرام ہے اور خود تمہارے لیے بھی فکروں سے چھٹکارا اور ان کا پور دگار کے لیے خاص کر دینا اگرچہ سب وقت اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں بشرطیکہ نیک نیت ہو اور رعایا کو اس نے تقرب اس لیے حاصل کیا ہو کہ بے خبری میں تم پر ٹوٹ پڑے، الہابڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے، اس معاملے میں حسنطن سے کام نہیں چل سکتا۔

اور جب شُن سے معافہ کرنا اپنی زبان اسے دے دینا تو عہد کی پوری پابندی کرنا، عہد کو بچانے کے لیے اپنی جان تک کی بازی لگادینا کیونکہ سب باقی میں لوگوں کا اختلاف رہا ہے مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ آدمی کو اپنا عہد پورا کرنا چاہیے مشرکوں تک نے عہد کی پابندی ضروری بھی تھی، حالانکہ مسلمانوں سے بہت نیچے تھے یا اس لیے کہ تجویں نے انہیں بتا دیا تھا کہ عہد شکنی کا نتیجہ تباہ کن ہوتا ہے، الہابڑی پر عہد، وعدے، زبان کے خلاف بکھی نہ جانا، شُمن سے دعا بازی کرنے کی ہو سکتی ہے اور تو مومنوں کے لیے رحیم ثابت ہونا، خبردار کسی مصاحب یا رشتہ صاف بیان نہ کر سکیں تو خانہ ہونا، برداشت کر لینا، اور عہد کیا

خبردار زجر و قوتخ نہ کرنا، تکبر سے پیش نہ آنا، میری وصیت پر عمل کرو گے تو خدا تم پر اپنی رحمت کی چادریں پھیلادے گا اور اپنی فرمانبرداری کا ثواب تمہارے لیے اٹل کر دے گا، جس کو کچھ دینا اس طرح کہ وہ خوش ہو جائے اور نہ دے سکنا تو اپنا غدر صفائی سے پیش کر دینا، پھر ایسے معاملات بھی ہیں جنہیں خود اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا ہوگا، ایک معاملہ تو یہی ہے کہ عمال حکومت کے ان مراسلوں کا جواب خود لکھا کرنا، جو تمہارے مشنی نہیں لکھ سکتے۔

ایک معاملہ یہ ہے، جس دن روپیہ آئے اسی دن مستحقوں کو بانٹ دینا، اس سے تمہارے درباریوں کو کوفت تو ضرور ہوگی کیونکہ ان کی مصلحتیں تقسیم میں تاخیر و تعلیق چاہیں گی، روز کا کام روز ختم کر دینا کیونکہ ہر دن کے لیے اسی دن کا کام بہت ہوتا ہے، اپنے وقت کا سب سے افضل حصہ اپنے پور دگار کے لیے خاص کر دینا اگرچہ سب وقت اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں بشرطیکہ نیک نیت ہو اور رعایا کو اس نیک نیت سے سلامتی ہو۔

خدا کے لیے دین کو خالص کرنے میں سب سے زیادہ یہ خیال رہے کہ فرائض بغیر کسی کی بیشی کے کما حقہ بجالائے جائیں، یہ فرائض صرف خدا کے لیے خاص ہیں اور ان میں کسی کا ساجھا نہیں، اور دیکھو جب امامت کرنا تو ایسی امامت نہیں کہ لوگ نماز ہی سے پیزار ہو جائیں اور ایسی امامت بھی نہیں کہ نماز کا کوئی رکن ضائع ہو جائے، یاد کو نمازیوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تندrst، بیمار اور ضرور تمند بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے میں بھیجنے لگا تو میں کمزوروں کا طاقتور سے پورا حق دلایا نہیں جاتا۔

—

یہ بھی کہ اس مجلس میں عوام ہی جمع ہوں گے، اب اگر بد تمیزی سے بات کریں یا اپنا مطلب صاف بیان نہ کر سکیں تو خانہ ہونا، برداشت کر لینا، سرکشی بے قوف اور نادان ہی کیا کرتے ہیں، اور عہد کیا

ان کے لیے بھروسے کے آدمیوں کی خدمات خاص کر دینا مگر یہ آدمی ایسے ہوں جو خوف خدا رکھتے اور دل کے خاکسار ہوں، یہ لوگ ان بے کسوں کے معاملات تمہارے سامنے لایا کریں اور تم وہ کرنا کہ قیامت میں خدا کے سامنے تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے، یاد رکھو رعایا میں ان غربیوں سے زیادہ انصاف کا کوئی مستحق نہیں، مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا جو حق ہے پورا پورا ادا کرتے رہنا، اور قبیلوں کے پالنے والوں کا بھی خیال رکھنا ہوگا اور ان کا بھی جو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں جن کا کوئی سہارا باقی نہیں جو بھیک مانگنے کے بھی لا اُنہیں رہے۔

یہ چھوٹی چھوٹی باتیں حاکموں پر بے شک گراں ہوتی ہیں لیکن یہ بھی سوچنا چاہیے کہ پورے کا پورا حق گراں ہی ہے، ہاں خدا بھی حق کو ان کے لیے آسان کر دیتا ہے جو عاقبت کی طلب میں رہتے ہیں اور اس لیے مشکلات و مکروہات میں اپنے دل کو مضبوط بنا لیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کا یقین اس وعدہ پر پختہ ہے جو پور دگار اپنے نیک بندوں سے کر چکا ہے اور تم اپنے وقت کا ایک حصہ فریدایوں کے لیے خاص کر دینا، سب کام چھوڑ کر ان سے ملاقات کرنا، ایسے موقع پر تمہاری مجلس عام رہے کہ جس کا بھی چاہے بے درہ ک چلا آئے، اس مجلس میں تم خدا کے نام پر خاکسار، بن جاؤ، فوجیوں، افسروں اور پولیس والوں سے مجلس کو بالکل خالی رکھنا، تاکہ آنے والے دل کھول کر اپنی بات کہہ سکیں، کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار فرماتے سنائے: ”اس امامت کی بھالی نہیں ہو سکتی جس میں کمزوروں کا طاقتور سے پورا حق دلایا نہیں جاتا۔“

تفسیر فاروقی (ہندی) از۔ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ (سات جلدیوں پر مشتمل) آسان ہندی زبان میں تفسیر ہے جس میں ہر آیت کی تفسیر الگ الگ نمبر ڈال کر لکھی گئی ہے جو مسلم، نو مسلم و غیر مسلم کے لئے بہت منید ہے۔

قرآن مجید کا پیغام (ہندی) از۔ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ (ایک جلد میں مکمل) آسان ہندی ترجمہ ہے جس میں آمنے سامنے ہر آیت کا الگ الگ نمبر ڈال کر ترجمہ لکھا گیا ہے۔

معانی القرآن الکریم (اردو) از۔ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یقینی ترتیب کے اعتبار سے رواں اردو ترجمہ ہے جس میں عربی الفاظ کی ترتیب کے مطابق اردو ترجمہ ہر آیت کا الگ الگ لکھا گیا ہے جس کے پڑھنے سے طالب قرآن عمومی معنی بھئے کے قابل ہو سکتا ہے۔

ان کے علاوہ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب نے دعوت سے متعلق ہندی، اردو، عربی، انگریزی میں 200 سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں جسے درج ذیل پڑتے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

**ناشر: مکتبہ پیام امن، ندوہ روڑہ، ذالی گستہ، لکھنؤ
موباہل نمبر۔ 0091- 9984490150 ، 09919042879**

ہے؟ خدا کی طرف سے اُن وامان کا اعلان ہے، جو اُس نے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے، عہد خدا کا حرم ہے جس میں سب کو پناہ ملتی ہے اور جس کی طرف سمجھی دوڑتے ہیں، خبر دار عہد پیان میں کوئی دھوکا، کوئی کھوٹ نہ رکھنا اور معاهدے کی عبارت ایسی نہ ہونے دینا جو گول مول، بہم ہو، کئی کئی مطلب اس سے نکلتے ہوں، اگر کبھی ایسا ہو جائے تو عہدوںے چکنے کے بعد ایسی عبارت سے فائدہ نہ اٹھانا اور یہ بھی یاد رہے کہ معاهدہ ہو چکنے کے بعد اگر اس کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو، تو ناحق اسے منسونخ نہ کر دینا، پریشانی جھیل لینا بدل عہدی کرنے سے کہیں بہتر ہے، بعد عہدی پر خدامت سے جواب طلب کرے گا اور دنیا و آخرت میں اس کے مواخذے سے کہیں مفریخ ہو گا۔

خبردار! نا حق خون نہ بہانا، کیونکہ خون ریزی سے بڑھ کر بدانجام، نعمت کا ڈھانے والا، مدت کو ختم کرنے والا کوئی کام نہیں، قیامت کے دن جب خدا کا دربار عدالت لگے گا تو سب سے پہلے خون نا حق ہی کے مقدے پیش ہوں گے اور خدا فیصلے کرے گا، یاد کر کو خون ریزی سے حکومت طاقتوزی نہیں ہوتی بلکہ کمزور پڑ کر مٹ جاتی ہے، خبردار عایا پر کبھی احسان نہ جانتا، جو کچھ اس کے لیے کرنا سے بڑھا چڑھا کر نہ دکھانا، احسان جانتے سے احسان مٹ جاتا ہے، بھلانی کو بڑھا کر دکھانے سے حق کی روشنی چلی جاتی ہے اور وعدہ خلانی سے خدا بھی ناخوش ہوتا ہے اور حق کے بندے بھی، اللہ تعالیٰ فراچا کہے، دیکھو اپنے غصہ کو، طیش کو، ہاتھ کو، زبان کو قابو میں رکھنا، سزادینے کو ملتی کر دینا، بہاں تک کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے، اس وقت تمہیں اختیار ہو گا کہ جو مناسب سمجھو کر وگرائے آپ پر قابو نہ پاسکو گے جب تک پورا گار کی طرف واپسی کا معاملہ تمہارے خیالات پر غالب نہ آجائے۔

☆☆☆☆☆

مکتبہ ندویہ

مکتبہ ندویہ، ندوہ العلماء کیمپس لکھنؤ دینی، اسلامی اور درسی کتابوں کا اہم مرکز ہے، جو کئی دہائیوں سے بہترین خدمات انجام دے رہا ہے، اپنی مطبوعات کے ساتھ ساتھ دہلی، دیوبند، سہارنپور اور لکھنؤ کے مکتبات کی کتابیں بھی مناسب قیمت پر دستیاب ہیں، خاص کر مجلس صحافت و نشریات ندوہ العلماء لکھنؤ اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوہ العلماء لکھنؤ کی درسی و غیر درسی کتابیں بہت ہی رعایتی قیمتوں پر دستیاب ہیں۔

مکتبہ ندویہ

رابطہ
کریں

(احاطہ دار العلوم ندوہ العلماء لکھنؤ)
موباہل نمبر: 08960997707

اخبار امت

صبر و شجاعت کی ضرورت

جاوید اختر ندوی

بمحظی ہوئے اس کو جھیل جانا، تکلیف کو تکلیف سمجھ کر اس پر صبر کرنا، کسی نقصان پر یا کسی حدادی کی شدت کو خاموشی سے برداشت کر لینا، کوئی لکھنؤی زبردست دشمن اور مختلف سامنے پڑ جائے، لیکن اس کے مقابلے سے نہ

کھبرانا اور جم کر اس کو شکست دینے کی تدبیر کرنا اور اس

کے واکر کو مردگانی اور بہادری کے ساتھ روک دینا، اسی کا نام شجاعت ہے، خدا چاہتا ہے کہ ایک مسلمان کے اندر بہادری کی یہ صفت زیادہ ہوتا کہ وہ ایک طرف تو خدا کی رہا

میں پیش آنے والے ہر خطرے کو برداشت کر سکے اور

دوسری طرف دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے جن جن مشکلات سے اسے دوچار ہونا پڑے، وہ ان کے مقابلے سے ہر اسال نہ ہو، اس طرح ان مشکلات کے ہجم سے

نکل آئے کہ دوسرا لوگ اس کے طرز عمل کو اپنے لیے

غمونہ نہ لائیں، دراصل شجاعت جو اسلام ایک مسلمان کے

اندر پیدا کرتا ہے وہ حق بات پر قائم رہنا ہے، جو چیز حق

اور صحیح ہو اس کو مانتا اور اس کا اظہار کرنا خواہ لوگ اس کے

کتنے ہی مخالف یوں نہ ہوں اور زمانہ کی رفتار سے مخفف ہی ہو، لیکن ایسے سخت اور نازک ماحول میں اعلان حق کی

جرأت ہی شجاعت کہلاتی ہے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ نسب سے بلند چہار اس

شخص کا ہے جس نے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہا

چنانچہ صحابہ کرامؐ اور بزرگان دین کی تاریخ اس سے بھری

پڑی ہے کہ انھوں نے کمی حق بات کہنے میں کسی مصلحت

کا مادہ ہو گا، اس لیے شجاعت بھی مردم میں کی صفت

کا اظہار کیا اور بخوبی کے ساتھ ڈٹھ رہے، ان پر کتنے

ہی مصالibus کا مطلب نہیں کہ آدمی ہر وقت توارے

ثابت قدمی کے ساتھ مقابله کیا، اور صبر و شجاعت کے ذریعہ ان کو حق نصیب ہوئی اور ان کے دشمنوں کی ذلت

رسوانی ہوئی، آج بھی ہمیں صحابہ کرامؐ کے ان ہی اوصاف سے متصف ہوئے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

آج کے حالات میں جب کہ دشمنان اسلام ہر سے بات بنائی ہے، اب صبر ہی بہتر ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس پہنچا دے، وہی علم و حکمت والا ہے۔)۔

قرآن مجید کے مختلف مقامات پر متنوع تناظر میں تقریباً ۱۰۳ امر رتبہ صبر کا لفظ وارد ہوا ہے، اگر غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ دین اسلام صبر اور شکر کا نام ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے صبر کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے، اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا، اللہ کے نواہی کو ترک کر کے صبر کرنا، ان مصالibus پر صبر کرنا جن سے خلاصی بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔

مصیبت اور خطرہ کے وقت انسان کا نام گھبرا،

صبر کرنا اور ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرنے کا نام

ہی دراصل شجاعت ہے، صبر بھی شجاعت ہی کی ایک

قلمب ہے، اس لیے کہ انسان کی مصیبت میں گھر کر بھی

حوالا دیا تو اس عظیم حادثہ پر حضرت یعقوب علیہ السلام

نے صبر کیا، ترقیٰ آن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”قَالَ بَلْ سَوْلَتُ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبَرْ

حَمِيلٌ“ [سورہ یوسف: ۱۸] (یعقوب نے اپنے

بیٹوں سے کہا بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات

بنالی ہے تو اب صبر ہی بہتر ہے) نیز جب حضرت

یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے علاوہ اپنے

دوسرے بیٹے بنیامین کی علیحدگی کا غم لاقن ہوا تو اس

موقع پر بھی آپ نے فرمایا: ”قَالَ بَلْ سَوْلَتُ لَكُمْ

أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبَرْ حَمِيلٌ عَسَى اللَّهُ أَنْ

يَأْتِيَنَّى بِهِمْ حَمِيلًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ“

[سورہ یوسف: ۸۳] (یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف

فقہ وفتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

باندھ کر آئیں گی اور عمرہ کی قضا کریں گی اور ایسی حورتوں میں بطور کفارہ دم دینا ہوگا، جن حورتوں نے اس طرح کر لیا ہے ان کا حج اور عمرہ ہو گیا، اور یہ دم پچونکہ دم کفارہ ہے اس لیے اس کا گوشت پورا صدقہ کرنا واجب ہے، ان کے لیے کھانا درست نہیں ہے، بلکہ فقراء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

[غدیر المناک جدید: ص/۲۰۵]

سوال: ایک شخص حج پرجاتا ہے، مناسک حج ادا کرتے وقت وہ اجرت دے کر فوٹو گرافر سے تصویریں کھپھوتا ہے مثلاً احرام باندھتے وقت قربانی کرتے وقت تصویریں کھپھوتا کیا درست ہے؟ کیا اس کے حج کے ثواب میں کوئی کمی تو نہیں ہوگی؟

جواب: حج کے دوران گناہ کے کام کرنے سے حج کے ثواب میں ضرور خلل آئے گا کیونکہ حدیث میں حج مبرور کی فضیلت آئی ہے، اور حج مبرور وہ کہلاتا ہے جس میں گناہوں سے دور رہا جائے، تصویریں کھپھونے سے یقیناً حج گناہ سے ملوث ہو گا اور حج مبرور نہیں رہے گا۔ [کتاب الفتاویٰ: حج/۸ ص/۳۹۲]

سوال: بعض جان کرام حج سے آنے کے بعد اعمال میں کوتاہی کے شکار ہو جاتے ہیں، یعنی نیک کاموں اور عبادات میں وہ دلچسپی نہیں رہتی جو پہلے ہوتی ہے، کیا حج کرنے میں کوئی فرق تو نہیں ہوا؟ کیا دوبارہ حج کے لیے جانا ضروری ہو گا؟

جواب: اگر پہلا حج ارکان و اجابت کی ادائیگی کے اعتبار سے صحیح ہوا ہے تو اب دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں، حج کے بعد عبادات اور دیگر اعمال خیر میں سنتی نہیں بلکہ مزید چستی ہونی چاہیے، اس کی کوشش کی جانی چاہیے۔

[کتاب الفتاویٰ: حج/۸ ص/۳۹۰]

☆☆☆☆☆

سوال: عرفات سے واپسی پر جان حکام، بہت بڑی حلق کیا تو کیا اس سے حج پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا۔

جواب: قربانی کے دن یعنی بارہویں ذی الحجه کے بعد اگر کسی حاجی نے حلق یا قصر کرایا تو اگرچہ حج ہو جائے گا لیکن دم واجب ہو گا۔

[الدرالختار: ح/۲ ص/۳۷۰]

سوال: ہندوستان اور دیگر ملکوں سے جو عورتیں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہوتی ہیں، احرام کھول کر پھر حج کے دنوں میں حج کا احرام باندھنے کا ارادہ ہوتا ہے لیکن عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے قبل منوع حالت (حیض) میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور اسی حالت میں آٹھویں ذی الحجه کا دن آجاتا ہے، آٹھویں ذی الحجه کا احرام باندھنا لازم ہو جاتا ہے حالانکہ وہ ابھی پاک نہیں ہوئیں تو ایسی صورت میں ان کے لیے کیا ہو جائیں تو وقف مزدلفہ کا وجوب ادا ہو جائے گا اور اگر سورج طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ داخل ہوئے تو وجوب ادا نہیں ہوا اور ترک واجب کی وجہ سے دم دینا لازم ہو گا۔ [غدیر المناک جدید: ص/۲۳۹]

سوال: ایک حاجی جو حج تمتع کر رہے تھے، ان پر قربانی واجب تھی، انہوں نے احرام کھونے کے بعد قربانی کی توکیا کیا کربنی ہو گئی؟

جواب: ارکان عمرہ ادا کرنے سے قبل ناپاکی میں مبتلا ہونے والی عورتوں کے احکام یہ ہیں کہ وہ عمرہ کا احرام کھول کر اسی حالت میں حج کا احرام باندھ لیں گی، اور حج کا احرام باندھنے سے قبل اپنے بالوں میں کنگھا کر لیں گی، پھر حج کا احرام باندھنے کے بعد سوائے طواف کعبہ کے تمام ارکان ادا کریں گی، پھر پاک ہونے کے بعد طواف زیارت کر کے ارکان حج پورا کریں گی، وجہ سے دم واجب ہو گا۔ [رجالختار: ح/۲ ص/۳۶۷]

سوال: ایک حاجی کو قربانی کے دنوں میں حلق کا موقع نہیں ملا، قربانی کے دن گزرنے کے بعد انہوں نے اس کا احرام حدود حرم سے باہر کھیں سے جا کر اس کے بعد تمتع کا عمرہ جوان سے فوت ہو چکا ہے،

NADWATUL-ULAMAPO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)**ندوہ العلماء**پوسٹ بائسکس، ۹۳، ٹیکور مارگ، لکھنؤ
۷۲۶۰۰ ۲۲۶۰۰ (ہند)

باسمہ تعالیٰ

Date _____

تاریخ _____

اہل خیر حضرات سے!

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جن کے لیے دارالعلوم قائم کیا گیا تھا یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موئش اور صحیح ترجیحی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنہ لادینیت اور ذہنی ارتدا کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان واٹھہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمرات کے مقابلہ میں ان مذکورہ مقاصد کا حصول زیادہ اہم ہے، مسئلہ کی اس قدر تشریح اوروضاحت کے بعداب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔

ان گزارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدی، فیاضی اور بہت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سیبل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاری نہیں، آپ میں سے جو لوگ ندوہ العلماء کے پچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ ندوہ العلماء کے پچاسی سالہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حنفی ندویؒ نے غیر ملکی معزز عرب مہماں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”یہ سونے کی چڑیاں سب اڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑ نے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کے چار آنے، آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہو گا جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسند کی سماں ہو گی۔“

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل و عریض ملک کے کسی علاقہ کے ہوں، ہماری مکر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپناہی کام سمجھیں، ہمیں یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالیٰ پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ناظم ندوہ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حنفی ندوی مدظلہ کی بیش قیمت رہنمائی و نظمت میں اگر احباب و مخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچ گا و ماذک علی اللہ بعزیز۔ (مولانا متفق) محمد ظہور ندوی (مولانا) محمد واضح رشید ندوی (پروفیسر) اطہر حسین (مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی (مولانا) محمد حمزة حنفی ندوی
نائب ناظم ندوہ العلماء معتمد تعلیم ندوہ العلماء معتمد مال ندوہ العلماء ناظر عام ندوہ العلماء

نوث: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں:**NADWATUL ULAMA A/C NO. 10863759711****(عطیات) A/C NO. 10863759766 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.) (زکوٰۃ)**

اور اس پہتہ پر ارسال کریں:

**NAZIM NADWATUL ULAMA,
NIZAMAT OFFICE, NADWATUL ULAMA,
TAGORE MARG, LUCKNOW - 226007 (U.P.)**

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221

E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatulalam.org.